ہفت روزہ ترجمان اسلام لاہور

جلد نمبر ۲۲	شمارہ نمبر ۲۴/۲۳

جمعۃ المبارک ۲۶ رجب اور ۲ شعبان ۱۴۰۰ھ

— سرپرست —
مولانا عبیداللہ انور

— مدیر —
اکرام القادری

— مدیر معاون —
عمیر الہاشمی

بدلِ اشتراک
سالانہ ۶۵ — روپے
ششماہی ۳۳ — روپے
سہ ماہی — ۱۷ روپے

قیمت
ایک روپیہ پچاس پیسے

خط و کتابت : ترجمانِ اسلام چوک رنگ محل لاہور

شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان رح

پچھلے دنوں وطن سے دور شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان بھی اپنے رب کے حضور پہنچ گئے اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیہِ رَاجِعُونَ۔ مولانا غلام اللہ خان رح نے اپنی حیاتِ مستعار میں ملک و ملت کی جو بے مثال خدمت کی وہ اپنے اور بیگانوں کسی سے پوشیدہ نہیں۔ ان کی زندگی ایک کھلی کتاب کی مانند تھی۔ قوم اور ملت کو جب بھی ان کی ضرورت پڑی وہ میدانِ عمل میں کود پڑے اور باطل کے مقابلے میں حق کے پشت بان کا کردار ادا کیا۔ اسی مقصدِ عظیم کے لئے قید و بند اور گوناگوں مصائب و آلام سے بھی بارہا گذرنا پڑا اور ہر بار سرخروئی اور کامرانی سے ہمکنار ہوئے۔ مولانا نے اپنی زندگی کا اصول ہی یہ قرار دیا ہوا تھا کہ حالات خواہ کچھ بھی ہوں حق کی حمایت اور باطل کی سرکوبی کا فریضہ ادا کرنا ہے۔

دین کی سربلندی ناموس رسالت کی حفاظت اور قومی وقار کی بحالی کے سلسلے میں جو بھی تحریک اٹھی مولانا اس میں پیش پیش رہے۔ اس سلسلے میں نا تو انہوں نے مصلحتوں کا تانا بانا بنا اور نا ہی موجودہ دور کے بعض متجددین کی طرح دین و قوم کو خود تراشیدہ "حکمت عملی" کے اصول ہی کا سہارا لیا۔ وہ جس چیز کو حق و صواب سمجھتے تھے اس کا برملا اظہار و اعلان کرتے تھے چاہے اس کے لئے انہیں بڑی سے بڑی قربانی ہی کیوں نہ دینی پڑے۔ انہوں نے ہر دور میں جابر حکمرانوں کے سامنے کلمۂ حق بلند کیا اور اس کے صلے میں مصائب و مشکلات سے دوچار ہوئے۔

تحریکِ آزادی سے لے کر تحریک نظام مصطفےٰ تک ہر تحریک میں انہوں نے اپنی قائدانہ صلاحیتوں کا لوہا منوایا اور اپنی مجاہدانہ تقریروں کے ذریعہ خرمن باطل کو پھونک کر رکھ دیا۔ جب بھی انہوں نے اہل حق کو ہراساں اور پریشان دیکھا اور دل کی گہرائیوں سے یہ محسوس کیا کہ اسوقت خود کو پریشانیوں کے گرداب کے حوالے کر کے حق والوں کے ہراس اور پریشانی کو دور کیا جا سکتا ہے تو وہ اس کے لئے خندہ پیشانی سے آگے بڑھے اور دار و رسن تک کے مراحل سے گذرنے کی ٹھان لی۔

مولانا نے بڑی دلسوزی اور دردمندی سے اس امر کا اظہار کیا کہ وہ ایک طویل عرصے کے بعد خانپور کے اس مقدس اسٹیج سے خطاب کر رہے ہیں۔ علماء کے اکٹھ پر وہ پھولے نہیں سما رہے تھے اور بار بار قافلہ سالار اہل حق حضرت درخواستی مدظلہٗ کی ان کوششوں کو سراہ رہے تھے جو انہوں نے اس پیرانہ سالی میں عوارض کے باوجود کی ہیں۔ انہوں نے برملا علماء حق کو تلقین کی کہ وہ ٹکڑیوں میں تقسیم ہونے کی بجائے ایک پلیٹ فارم پر اکٹھے ہو جائیں اور پوری قوت کے ساتھ باطل کو للکاریں۔ اس مقدس اجتماع میں انہوں نے اپنے مخصوص انداز میں سینکڑوں علماء اور ہزاروں عوام کی موجودگی میں اکابر دیوبند کے کارہائے جلیلہ کا تذکرہ کیا تو آنکھیں ڈبڈبا گئیں اور گلوگرفتہ ہو گئے۔ ہزاروں کے اس مجمع میں کسی ایک فرد بشر کے نہاں خانہ دماغ میں بھی یہ خیال نہیں آیا تھا کہ یہ حضرت شیخ القرآن کی آخری تقریر ہم سن رہے ہیں اور وہ بہت جلد اپنے مالک حقیقی کے حضور طلب کر لئے جائیں گے۔

وہ ہر جلسہ اور اجتماع میں توحید کی لے میں بولتے تھے اور انبیاء علیہم السلام کی مقدس زندگیوں کو بطور حجت و برہان پیش کر کے عوام کے عقائد کی تصحیح کرتے تھے۔ انہوں نے انبیاء علیہم السلام کی زندگیوں کے مشن کو اپنا مشن قرار دے رکھا تھا اور اس کے لئے وہ قریہ قریہ بستی بستی اور اس کہن سالی میں تو ملک ملک پھرتے رہے۔ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے وہ مصائب بڑے ہی پرسوز انداز میں بیان کرتے تھے جو انہوں نے خدا کی توحید کی پاداش میں برداشت کئے۔ شبانہ روز دوروں اور تقریروں کے باوجود انہوں نے اپنے تفسیری اور تصنیفی ذوق کو بھی برقرار رکھا۔ وہ ہر سال فارغ التحصیل علماء کو اپنے مخصوص رنگ میں دورہ تفسیر پڑھاتے اور توحید کی محبت تشنگانِ علوم کے سینوں میں اتار دیتے۔

مولانا نے جواہر القرآن کے نام سے دو جلدوں میں تفسیری اسباق اور توحید پاکٹ بک کے نام سے ایک گرانقدر کتاب اہلِ حق کے لئے چھوڑی ہے۔ مدرسہ تعلیم القرآن بھی ان کی عظیم یادگار ہے جس کی انہوں نے اپنے خون سے آبیاری کی۔ ہماری دعا ہے کہ مولانا کے تینوں بیٹے اپنے عظیم والد کے مشن کو آگے بڑھائیں گے اور ان کے صحیح جانشین ثابت ہوں گے۔

حق مغفرت کرے عجب آزاد مرد تھا

سچے موتی

بیٹے کی تادیب سے دستبردار نہ ہو،
چھڑی مارنے سے وہ مر نہ جائے گا،
لیکن تو جہنم سے اس کی جان بچا لے گا۔

ہماری مشکلات

ترجمان اسلام کے قارئین شاید ان مشکلات سے باخبر نہیں ہیں جو ان دنوں ادارہ ترجمان کو درپیش ہیں۔ صورت حال یہ ہے کہ ترجمان کی تمام کاپیاں کتابت وغیرہ کے مراحل سے گذر کر سنسر ہونے کے لئے چلی جاتی ہیں جس میں دو دو یوم صرف ہو جاتے ہیں۔ بسا اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ ٹائٹل والی کاپی جس پر مضامین کی سرخیاں بھی ہوتی ہیں پہلے سنسر ہو کر پریس میں چھپنے چلی جاتی ہے اور باقی کاپیاں بعد میں اس حالت میں موصول ہوتی ہیں کہ سرورق پر سرخی والا مضمون نکال دیا جاتا ہے۔

ہمارے محترم قارئین ہماری اس مشکل سے بالکل ناآشنا ہوتے ہیں اور اکثر و بیشتر وہ تیز و تند خطوط کے ذریعہ ہماری مرمت کرتے ہیں۔

ہمارے قارئین ہماری اس مشکل سے بھی آگاہ نہیں ہیں کہ ادارہ ترجمان اسلام کا اپنا ذاتی پریس نہیں ہے اور ادارہ سنسر کی قینچی سے گذر کر بھی اس پوزیشن میں نہیں ہوتا کہ فوراً پرچہ چھپ جائے۔ اس میں بھی کم از کم دو دو یوم صرف ہو جاتے ہیں، وہ بھی اس وقت کہ پریس کا کوئی پرزہ خراب نہ ہو جائے، بجلی فیل نہ ہو اور کسی کاریگر کا موڈ خراب نہ ہو اور پریس اونر بھی دیانتداری سے وقت پر چھاپ دینے کی پابندی کو ملحوظ رکھے ورنہ تو کئی کئی روز بھی پریس میں صرف ہو جاتے ہیں۔

اس کے علاوہ روز افزوں گرانی نے تو ہمارے حوصلوں ہی کا کچومر نکال کر رکھ دیا ہے۔ تفصیلات کی بھول بھلیوں سے بچتے ہوئے عرض کیا جا سکتا ہے کہ پرچہ پر اگر پہلے پچھتر پیسے لاگت آتی تھی تو اب ڈیڑھ روپیہ صرف ہوتا ہے جبکہ ایجنسی ہولڈر کو کمیشن بھی دی جاتی ہے۔ آج سے ایک سال قبل جو اشیاء کے ریٹ تھے وہ اب کم از کم دوگنا ہو چکے ہیں۔

اس کے باوجود ہمارے ایجنسی ہولڈر حضرات ادارے کے ہزاروں روپے دبائے ہوئے ہیں اور انہیں یہ دعویٰ بھی ہے کہ وہ جماعت سے وابستہ ہیں۔ جب کبھی تنبیہ کی جاتی ہے تو ہلکی سی سرسراہٹ محسوس کر لیتے ہیں ورنہ تو وہی چال بے ڈھنگی۔ اس سلسلے میں مولانا غلام اکبر صاحب سلیمانی بھی دورہ کر رہے ہیں اور ناظم العلماء کے ساتھی اگر اپنے اپنے شہر میں ذمہ داریوں کا احساس کر لیں تو ہماری یہ مشکل تو کم از کم حل ہو سکتی ہے مگر اے بسا آرزو کہ خاک شدہ

میں اس سے زیادہ کچھ نہیں لکھ سکتا کہ اگر ہماری جماعت کے ذمہ داروں نے اپنے فرض کو نہ پہچانا تو چند ہفتوں یا چند مہینوں میں آپ یہ مژدہ سن لیں گے کہ ترجمان اسلام نامساعد حالات کی تاب نہ لا کر اپنے وجود سے محروم ہو گیا اور اس طرح سے دفتر کے بند ہونے کا خطرہ بھی مول لینا پڑے گا۔ یہ ہیں ہماری مشکلات جو ہم نے اپنے جماعتی احباب کی خدمت میں پیش کر دی ہیں۔ اب وہ ہم سے بہتر سوچ سکتے ہیں کہ وہ اس پودے کو سرسبز شاداب دیکھنا چاہتے ہیں یا ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ہلاکت کی وادیوں میں گم کر دینے کے متمنی ہیں۔

ایک بار پھر توجہ دلاتا ہوں کہ ڈیڑھ روپے قیمت رکھ کر ایجنسی ہولڈروں کو ایک روپیہ کا پرچہ دینے میں ادارہ کو پچاس پیسے فی پرچہ کا نقصان ہے۔ اگر کچھ صفحات کم کر کے موجودہ قیمت برقرار رکھی جائے تو ہماری رائے میں پرچہ خاصا بے وقعت ہو جائیگا جیسا کہ بعض پرچوں کے تجربے سے ہمیں اندازہ ہوا ہے۔ ہماری رائے یہ ہے کہ پرچہ کے مزید چار صفحات بڑھا کر قیمت دو روپے کر دی جائے تاکہ ادارہ بھی گھاٹے کی تجارت سے بچ جائے اور پرچہ بھی بے وقعت نہ ہو۔ موجودہ شمارہ ۳۶ صفحات پر مشتمل ہے اور اس کی قیمت دو روپے ہے۔ اس سلسلے میں ہم اپنے کرم فرماؤں کی رائے کے منتظر ہیں۔ وہ تجاویز ارسال کریں۔ ہم ان شاء اللہ عمل کریں گے۔

اکرام القادری

عبد الصمد صارم الازہری

معراج شیخ الرئیس بو علی سینا کی نظر میں

شیخ الرئیس بو علی سینا نے ایک رسالہ معراج نامہ فارسی زبان میں لکھا ہے جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ معراج کے امکان کو تسلیم کرتا ہے اور وہ اس پر ایمان رکھتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج ہوئی تھی، انہوں نے عالم بالا کی سیر کی، اور جو کچھ اس بارے میں احادیث میں آتا ہے وہ سب کچھ انہوں نے دیکھا۔

مگر شیخ الرئیس کا نظریہ اس بارے میں عالمانہ نہیں فلسفیانہ ہے۔ وہ ہر بات کو فلسفیانہ رنگ دیتا ہے اور عجیب و غریب فلسفیانہ تاویلات کرتا ہے جس طرح کہ معتزلہ ہر مذہبی بات پر فلسفیانہ رنگ چڑھاتے ہیں یا جیسے سر سید احمد خاں دور از کار تاویلات کرتے ہیں۔

شیخ الرئیس فرماتے ہیں انسان دو چیزوں سے مرکب ہے، ایک مادہ اور دوسرے روح۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے مادی جسم کو روح کے لئے سواری بنایا ہے یہ روح وہ روح نہیں ہے جسے ہم روحِ حیوانی کہتے ہیں ورنہ اس میں اور حیوانات میں کوئی فرق نہ ہوتا، نہ وہ ایسی روح کا مالک ہے جیسی کہ فرشتوں میں ہے ورنہ اس میں اور فرشتوں میں کوئی فرق نہ ہوتا — انسان، حیوان اور فرشتوں کے درمیان ایک نئی جنس ہے جو اپنی خصوصیات کی وجہ سے دونوں سے جداگانہ ہے۔ اس میں حیوانی صفات بھی ہیں اور ملکوتی بھی۔

یہ انسان اپنے مقاصد کی تکمیل کے لئے کبھی نزول کرتا ہے اور کبھی صعود۔ اگر اس کا مقصود کوئی ایسی چیز ہوتی ہے جو مادی ہو تو اس کا صعود یا نزول مادی ہوگا؛ اور اگر اس کا مطلوب غیر مادی یا معقول چیز ہوگی تو اس کا صعود یا نزول بھی عقلی یا غیر مادی ہوگا۔

ظاہر ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصود و مطلوب ایک ایسی ہستی تھی جو مادے سے مبرا ہے تو اس کے لئے صعود بھی عقلی و روحانی ہوگا نہ کہ مادی۔

اس بحث سے شیخ الرئیس نے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جو معراج ہوئی وہ مادی اور جسمانی نہ تھی، عقلی و روحانی تھی کیونکہ مقصود و مطلوب عقلی و روحانی تھا؛ لہٰذا آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا آسمانوں کی طرف صعود بھی روحانی ہی تھا جسمانی نہیں۔

شیخ الرئیس کے اس رسالہ سے پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ان لوگوں کو جو معراجِ جسمانی کے قائل ہیں بے وقوف سمجھتے ہیں اور اپنے آپ کو سارے اسرارِ معراج کا عالم جانتے ہیں اور فرماتے ہیں یہ اسرار جاہلوں کو نہ بتاؤ کہ وہ سمجھ نہ سکیں گے۔

شیخ الرئیس نے یہ رسالہ نواب علاؤ الدین کے لئے لکھا تھا۔ اس میں لکھتے ہیں کہ یہ باتیں آپ جیسا سمجھدار انسان ہی سمجھ سکتا ہے، عام لوگ نہیں سمجھ سکتے؛ لہٰذا عوام تک یہ باتیں نہ پہنچائی جائیں کیونکہ رسول اللہ نے فرمایا ہے کہ اسرار کو اشرار تک نہ پہنچاؤ اور خنزیروں کے گلے میں موتیوں کے ہار نہ ڈالو۔

شیخ الرئیس جو کچھ فرماتے ہیں اس پر تنقید کا یہ مقام نہیں۔ ویسے ہمیشہ سے ان سے پہلے اور ان کے بعد والے علماء میں یہ مسئلہ باعثِ اختلاف رہا ہے۔ بعض معراجِ جسمانی کے قائل رہے ہیں اور بعض روحانی کے؛ لیکن جن اسرار کا شیخ نے اظہار کیا ہے یہ نہیں بتایا کہ یہ اسرار انہیں اللہ تعالیٰ نے بتائے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے، یا کسی مذہبی امام نے، اور اتنی صدیاں گذر جانے کے بعد انہیں اس اسرار کا کیسے علم ہوا؟ مذہبی باتوں میں کوئی بات بغیر سند کے قابلِ قبول نہیں ہوتی۔ ان کے پاس اس اسرار کی کیا سند ہے؟ اور کسی بھی فلسفی کو خواہ وہ کتنا ہی بڑا فلسفی کیوں نہ ہو کسی مذہبی بات کے بارے میں بغیر کسی نقلی سند کے عقلی سند پر کسی بات کے فیصلہ کرنے کا کوئی اختیار نہیں ہے۔ پھر یہ کہ جو لوگ اس کی بات کو نہ مانیں انہیں اشرار و حیوانات سے تعبیر کرنا کہاں کی دانائی ہے۔

جہاں تک میرے علم و عقل کا تعلق ہے میں سمجھتا ہوں کہ جو علماء آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی

معراج کو جسمانی نہیں خالص روحانی یا عقلی سمجھتے ہیں، انہوں نے معراج کی فضیلت کو بہت ہی گھٹا دیا ہے، اور وہ امتیاز جو رسول مقبول علیہ السلام کو حاصل ہوا تھا اسے بے وقعت کر دیا ہے۔ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو روحانی معراج ہوتی یا بصورت خواب معراج ہوتی تو ایسی کیا بات ہوئی جس پر ہم فخر کر سکیں کہ ہمارا نبیؐ اپنے جسم کے ساتھ عالم بالا میں تشریف لے گیا اور اس طرح سارے انبیاء پر انہیں فضیلت حاصل ہوگی۔ نہ ایسی معراج کوئی ایسی بات ہوتی جس پر عقل انسانی دنگ رہ جائے، جس پر فخر کیا جا سکے اور جسے ایک معجزہ روزگار کے طور پر پیش کیا جا سکے۔

جن علماء نے معراج جسمانی کا انکار کیا وہ

در اصل فلسفہ یونان سے مرعوب ہو گئے کہ فلک میں خرق و التیام نہیں ہو سکتا۔ وہ جرأت نہ کر سکے کہ فلسفہ پر قرآن و حدیث کو ترجیح دیں اور جس اہتمام سے قرآن نے اس معاملہ کو بیان کیا اس کو درخور اعتناء نہ سمجھا۔ اس پر بھی غور نہ کر سکے کہ ابوجہل نے کیوں اس کا مذاق اڑایا تھا اور صدیقؓ اس کی تصدیق پر صدیق کیوں کہلائے۔ جس بات کا کافروں نے انکار کیا ان علماء نے بھی کیا۔ فرق صرف اتنا ہے کہ یہ لوگ تاویل کر کے انکار کرتے ہیں۔

پچھلے زمانے کے علماء کی سمجھ میں یہ بات نہ آسکی کہ ایک مادی جسم کیسے اتنی بلندی پر اتنی تیزی کے ساتھ پرواز کر سکتا ہے، مگر اس دور میں تو یہ بات کوئی قابل تعجب نہیں رہی ہے

کہ بھاری بھرکم مادیات منٹوں اور سیکنڈوں میں ہزاروں میل اوپر جا سکتی ہیں۔ اگر انسان مادی طاقتوں اور ارضی قوتوں سے بھاری ماديات کو اوپر اڑا سکتا ہے تو آسمانی طاقتوں اور روحانی قوتوں سے ایک پاکیزہ جسم کو اوپر کیوں نہیں اٹھایا جا سکتا۔

ضروری نہیں ہے کہ کارخانۂ قدرت کی ہر ایک بات عقل بشری میں آسکے۔ ہمارے علم میں اولیاء اللہ کے ایسے بے شمار اور مستند واقعات ہیں جن سے انکار نہیں کیا جا سکتا اور ان سے انکار کرنا سراسر ہٹ دھرمی اور ضد ہے۔ اولیاء اللہ کا یہ حال ہے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تو نبی تھے اور نبی بھی کیسے خاتم الانبیاء، نبیوں کے سردار، اولیاء کے سر تاج اور پیروں فقیروں کے رہبر۔

پڈعیدن ضلع نواب شاہ میں علماء کرام کا ورودِ مسعود

بتاریخ
۱۳-۱۴ جون ۱۹۸۰ء
جمعہ - ہفتہ

۳۲ ویں کل پاکستان
سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم کانفرنس

زیر اہتمام
جامعہ نقشبندیہ معارف القرآن و نظام العلماء پاکستان

زیر سرپرستی حافظ القرآن والحدیث حضرت مولانا محمد عبداللہ درخواستی مدظلہ
مہمان خصوصی جناب میاں علی احمد خان تالپور، وزیر دفاع پاکستان
جس میں ملک بھر سے ممتاز علماء کرام و راہنمایان ملک و ملت شرکت فرما رہے ہیں۔

مستورات کے لئے باپردہ انتظام ہوگا۔

مفکر اسلام حضرۃ مولانا مفتی محمود متوقع
فاتح ربوہ حضرۃ مولانا منظور احمد چنیوٹی
قاضی عبداللطیف شجاعبادی
مولانا عبدالعزیز شجاعبادی

شیخ الحدیث حضرۃ مولانا مفتی احمد الرحمن کراچی
پیر طریقت حضرۃ مولانا محمد شاہ امروٹی
مولانا قائم الدین نواب شاہ
شاعر اسلام سید امین گیلانی اور

حضرۃ مولانا محمد مراد سکھر
مولانا غلام مصطفےٰ بہاولپور
دیگر علماء کرام

عوام سے شرکت کی اپیل ہے۔

الداعی الی الخیر:- ابو محمود تاج الدین بسمل نقشبندی صدر نظام العلماء پڈعیدن ضلع نوابشاہ

عامر قریشی

یوگوسلاویہ کے صدر مارشل ٹیٹو

یوگوسلاویہ کے بانی عظیم مدبر اور غیر جانبدار تحریک کے ہیرو آنجہانی صدر ٹیٹو اس دنیا فانی سے کوچ کر گئے، مگر وہ اپنے پیچھے مظلوم قوموں اور سامراج دشمن ملکوں کے لئے ایک تاریخی ورثہ چھوڑ گئے ہیں۔ صدر ٹیٹو دنیا کے ان عظیم مدبروں اور عالمی راہنماؤں میں شمار ہوتے ہیں جنہوں نے انسانیت کی بھلائی اور دنیا میں امن وسکون قائم کرنے کے لئے ایک تاریخی کردار ادا کیا ہے۔ ان کے تاریخی کارنامے یوگوسلاویہ کے لوگوں کے دلوں میں ہمیشہ محفوظ رہیں گے۔

وہ اس صدی کے عظیم راہنما تھے۔ انہوں نے یوگوسلاویہ کی آزادی اور محکوم قوموں کی خود مختاری کے لیے ایک انقلابی اور ہمہ گیر تحریک چلائی، اس لئے انہیں غیر جانبدار تحریک کا قائد تسلیم کیا گیا ہے۔

مارشل ٹیٹو نے انسان دوستی کی بنیاد پر عالمی امن قائم کرنے کے لیے اہم کردار ادا کیا۔ انہوں نے انتھک محنت اور جدوجہد سے یوگوسلاویہ کو دنیا کا ایک عظیم ملک بنا دیا تھا۔ وہ نہ صرف اپنے ملک میں بلکہ دنیا کے پسماندہ اور غریب ملکوں میں بے حد مقبول تھے۔

خارجہ پالیسی کے میدان میں انہوں نے ایک اہم کردار ادا کیا ہے۔ انہوں نے مساوات، آزادی اور خود مختاری میں چھوٹی اقوام اور غریب ملکوں کو پُرامن بقائے باہمی کا اصول دیا۔ اس سلسلہ میں یوگوسلاویہ نے غیر جانبدارانہ پالیسی مرتب کی۔ انہوں نے یورپ، افریقہ، ایشیا، شمالی امریکہ، جنوبی امریکہ کے ساتھ رابطہ قائم کیا۔ انہوں نے جنرل اسمبلی سے خطاب کرتے ہوئے عالمی امن قائم کرنے پر زور دیا۔

مارشل ٹیٹو کی پائیدار خارجہ پالیسی اور غیر جانبدارانہ تحریک کی وجہ سے انہیں رنگون، بنڈونگ، چلی اور الجزائر کی یونیورسٹیوں کی طرف سے اعزازی ڈگریاں دی گئیں۔ انہیں ملکی اور غیر ملکی اعزاز کے علاوہ یوگوسلاویہ کی طرف سے نیشنل ہیرو کا خطاب دیا گیا۔

آنجہانی مارشل ٹیٹو، جمال عبدالناصر، صدر سوئیکارنو اور پنڈت جواہر لال نہرو کے ہمسفر تھے۔ بھارت نے ان کے اعزاز میں نہرو ایوارڈ دیا تھا۔ انہوں نے یوگوسلاویہ کی آزادی اور مظلوم قوموں کی دادرسی کے لیے انتھک جدوجہد کی۔ آزادی کی تحریک کے دوران انہیں کئی مرتبہ قید وبند کی صعوبتیں جھیلنی پڑیں۔

وہ محب وطن امن پسند انسان تھا۔ اس نے ہمیشہ سامراجی قوتوں اور انقلاب دشمن طاقتوں کا ڈٹ کر مقابلہ کیا۔ وہ اس صدی کا عظیم سپوت تھا۔ اس کی موت سے عالمی برادری کو ناقابلِ تلافی نقصان پہنچا ہے۔ ان کی وفات سے یوگوسلاویہ کی تاریخ کا ایک باب ختم ہو گیا ہے۔

مارشل ٹیٹو ۱۸۹۲ء میں کروشیا میں پیدا ہوئے۔ انہوں نے اپنی ابتدائی زندگی کا آغاز ایک عام مزدور کی حیثیت سے کیا تھا۔ ۱۹۱۰ء میں انہوں نے زنگریب میں دھات کے کارخانوں، چیکوسلاویہ، جرمنی اور آسٹریا میں بحیثیت ایک معمولی مزدور کے کام کیا۔

انہوں نے مزدوروں کے حقوق کے لئے زبردست جدوجہد کی۔ ملازمت کے دوران انہوں نے مزدوروں کے مفاد کے لئے اپنے آپ کو وقف کر دیا۔ انہوں نے مزدوروں کی یونین کو واضح خطوط پر منظم کیا۔ مارشل ٹیٹو نے مزدوروں اور محنت کش طبقوں میں شعور پیدا کیا۔ وہ مزدوروں میں اتنے مقبول ہوئے کہ ملازمت کے دوران ہی اشتراکی مزدوروں کی تحریک میں شامل ہو گئے۔

مارشل ٹیٹو کے لئے ایک ایسا وقت بھی آیا کہ انہیں ہنگری کی فوج میں بھرتی ہونا پڑا۔ جب جنگ کا آغاز ہوا تو انہوں نے جنگ کے خلاف زبردست پروپیگنڈا کیا۔ اس الزام میں انہیں گرفتار کر لیا گیا۔ کچھ عرصہ بعد انہیں رہا کر کے محاذ جنگ پر بھیجد یا گیا جہاں وہ دشمنوں کے

باقی

حافظ محمد لطیف سلیمی
اسلام آباد

اسلام آباد میں رہائشی مسئلہ کی وجوہ اور ان کا حل

یوں تو پورے ملک میں رہائش کا مسئلہ ملک کے تمام شہروں میں شہریوں کی ایک کثیر تعداد کو پریشان کئے ہوئے ہے، لیکن اسلام آباد میں یہ سنگین صورت اختیار کر گیا ہے۔ چنانچہ ایک محتاط اندازے کے مطابق اسوقت وفاقی حکومت کے تقریباً ۹ - ۱۰ ہزار ملازمین کو رہائشی مکان نہیں ملے ہوئے ہیں۔ اس طرح یہ ملازمین اور ان کے افراد خاندان گونا گوں مشکلات سے دوچار ہیں۔ یہ اہلکار اپنی پریشانیوں کی وجہ سے اپنی ذمہ داریاں بھی ادا نہیں کر سکتے۔ ظاہر ہے کہ اس سے حکومت کی کارکردگی بھی بری طرح متاثر ہوتی ہے۔

صدر ایوب مرحوم کے عہد کے دوران کراچی سے دارالحکومت اسلام آباد بسایا گیا۔ چونکہ یہ بھی ایک نیا شہر بسایا نا تھا، اس لئے سرکاری دفاتر سفارتخانے اور ان کے عملے اور ملازمین کے لئے رہائشی عمارات بھی تعمیر ہونی تھیں۔ بدقسمتی سے صدر ایوب کے بعد تعمیرات رک گئیں جبکہ دفاتر کی منتقلی اب بھی جاری ہے۔ اگرچہ نجی شعبے میں تعمیر بھی جاری ہے لیکن پھر بھی حکومت کی طرف سے سرکاری مکانات کی تعمیر بند ہو جانے کی وجہ سے مسئلہ سنگین صورت اختیار کر چکا ہے۔ چونکہ پرائیویٹ مکانوں کے مالکان ملازمین کی مجبوریوں سے ناجائز فائدہ اٹھاتے ہیں اور کرایہ زیادہ طلب کرتے ہیں۔ چونکہ اس شہر میں رینٹ کنٹرول بھی نافذ نہیں اس لئے کرایوں کی شرح پر قابو نہیں پایا جا سکتا۔ حکومت نے ریکوائزیشن (جبری کرایہ داری) کا سلسلہ بھی بوجوہ بند کر رکھا ہے۔ اس لئے زیادہ کرایہ کی طمع میں لوگوں کے مکانات کئی کئی ماہ بلکہ بسا اوقات سال سال، ڈیڑھ ڈیڑھ سال تک خالی پڑے رہتے ہیں، لیکن مالکان کم شرح پر کرایہ دینا پسند نہیں کرتے۔ ایک اندازے کے مطابق پانچ مرلے کے مکان جس میں تین بیڈ روم، ڈرائنگ، ڈائننگ، کچن، دو باتھ، ایک پورچ سٹور ہو، کا کرایہ مالکان ایک ہزار سے لے کر بارہ سو روپے ماہانہ طلب کرتے ہیں جبکہ اسٹیٹ آفس اس کا کرایہ تقریباً چھ سو سے لے کر ساڑھے سات سو روپے تک تشخیص کرتا ہے یعنی آٹھ آنے فی مربع فٹ مسقف رقبے کے حساب سے کرایہ ادا کیا جاتا ہے۔ ایسی صورت میں کرایہ دار یا تو تفاوت اپنی جیب سے ادا کرے یا مکان نہ لے۔

آج سے تقریباً چھ سات سال قبل اسلام آباد میں زمین کا ریٹ دو ہزار سے لے کر پانچ ہزار روپے فی مرلہ تھا اور تعمیری اخراجات کی شرح پچاس روپے فی مربع فٹ سے لے کر ایک سو روپے تھی جبکہ اسوقت سولہ ہزار سے لے کر پچیس ہزار روپے فی مرلہ اور ڈیڑھ سو روپے سے لے کر سوا دو سو روپے فی مربع فٹ تعمیراتی اخراجات ہیں۔ چنانچہ اسوقت ستر۔ اسی ہزار سے لے کر ایک لاکھ روپے پانچ مرلہ کے مذکورہ بالا مکانیت والے مکان کی قیمت پونے دو لاکھ روپے سے لے کر سوا دو لاکھ روپے ہے۔ اس لئے اتنی رقم کی سرمایہ کاری کے بعد مالکان چھ، سات سو ماہانہ آمدنی (کرایہ) قبول کرنے کے لئے تیار نہیں ہوتے۔

ایک محتاط اندازے کے مطابق اسٹیٹ آفس کی طرف سے اسلام آباد اور راولپنڈی میں ملازمین کی رہائش اور سرکاری دفاتر کے لئے کرایہ پر لئے ہوئے پرائیویٹ مکانوں کا کرایہ

زیادہ کرائے کی طمع میں مکان کئی کئی سال خالی پڑے رہتے ہیں

دو کروڑ اور نوے لاکھ روپے سالانہ ادا کیا جاتا ہے۔ ان میں نیم سرکاری اور خود مختار سرکاری دفاتر اور ان کے ملازمین کے رہائشی مکانات کے کرایے شامل نہیں جن کی رقم تقریباً ایک کروڑ روپے سالانہ سے زائد ہو گی۔ اگر حکومت اپنی پالیسی درست کر کے اس تین کروڑ کی رقم میں سے نصف رقم یعنی ڈیڑھ کروڑ روپے ہر سال اپنے مکانات تعمیر کرنے پہ خرچ کر دے تو تقریباً سات آٹھ سال کے اندر مکانات کی کمی پوری ہو سکتی ہے۔ لیکن چونکہ حکومت کی پالیسی بنانے والے لوگوں میں زیادہ عمل دخل والے حضرات (اعلیٰ افسران) کے خود اپنے مکانات سرکاری دفاتر یا رہائش گاہوں کی صورت میں حکومت نے کرایہ پہ لے رکھے ہیں۔ حکومت کے مکانات بن جانے کی صورت میں ان کے کرایے گھٹ جائیں گے، اس لئے ان کی طرف سے ہمیشہ کوشش کی جاتی ہے کہ حکومت سرکاری دفاتر یا رہائشی مکانات تعمیر نہ کرے۔ چنانچہ باور یہ کرایا جاتا ہے کہ حکومت اپنی عمارات اس لئے نہیں بناتی تاکہ اسلام آباد میں نجی مکانات کی تعمیر کی حوصلہ افزائی ہو جس کا نتیجہ یہ ہے کہ یہاں پر رہائشی مسئلہ نے ایک سنگین صورت اختیار کر لی ہے۔ نچلے درجے (اے، بی اور سی ٹائپ) مکانوں میں ایک ایک کمرے کا کرایہ سو روپے سے لے کر دو سو روپے تک لیا جاتا ہے اسی طرح ایک چارپائی کی جگہ کے لئے پچاس روپے سے لے کر اسی روپے تک کرایہ لیا جاتا ہے۔

اگرچہ سرکاری رہائش گاہ یا اس کے کسی حصہ کو کرایہ پہ دینا جرم ہے لیکن اسلام آباد میں بیشتر الاٹیوں نے بغلی کرایہ دار رکھے ہوئے ہیں اس سے حکومت بھی بخوبی آگاہ ہے اور اسٹیٹ آفس بھی، لیکن اس قاعدہ پر کسی ملازم کے خلاف صرف انتظامی کارروائی کے طور پر ہی کبھی عملدرآمد کیا جاتا ہے۔ وزارت تعمیرات کے اعلیٰ افسران سبھی اس صورتحال سے آگاہ ہوتے ہوئے اس کا حقیقت پسندانہ حل تلاش

اگر حکومت کرایہ کی رقم تعمیر پر خرچ کرے تو
رہائش کا مسئلہ حل ہو سکتا ہے۔

کرنے کی ضرورت محسوس نہیں کرتے کیونکہ وزارت کی طرف سے ملازمین کو مکانات مہیا نہیں کئے جا سکتے اس لئے وہ اپنے اس اغماض کو مہربانی سمجھ کر نبھائے جا رہے ہیں۔ ادھر ملازمین احساسِ جرم کے ساتھ اپنے دیگر بھائیوں کے لئے سر چھپانے کا ٹھکانہ مہیا کر رہے ہیں۔ (کاش اللہ تعالیٰ اس قوم کو حقیقت پسندی اور راست روی کی توفیق دے اور منافقت اور شتر مرغانہ رویہ سے نجات دے)۔

موجودہ حکومت کے دور میں نچلے درجے کے تقریباً بارہ سو فلیٹ تعمیر ہو چکے ہیں اور تقریباً اٹھارہ سو ابھی زیر تعمیر ہیں، ان کی تعمیر کے باوجود رہائشی مکانات کی قلت کا مسئلہ پوری طرح حل نہیں ہو پائے گا؛ لہٰذا ذیل میں اس مسئلہ کے حل کے لئے چند تجاویز پیش کی جاتی ہیں:-

۱۔ حکومت ہر سال تین کروڑ روپے دفاتر اور ملازمین کی رہائش کے لئے کرایہ پر لئے ہوئے نجی مکانوں کا کرایہ ادا کرنے کے بجائے یہی رقم نیشنل کنسٹرکشن کمپنی یا سی۔ ڈی۔ اے یا کسی دیگر تعمیراتی ادارے کو ادا کر دیا کرے اور ان سے ہر سال ۲۰ ایف ٹائپ، ۲۰ ای ٹائپ، ۴۰ ڈی ٹائپ، ۴۰ سی ٹائپ اور ایک سو اے اور بی ٹائپ مکان تعمیر کرا سکتی ہے۔ یہ ملحوظ رہے کہ زمین کی قیمت نکال کر ۱۵۰۰ سو مربع فٹ مسقف رقبہ کا مکان اس وقت مروجہ شرح کے مطابق ڈیڑھ لاکھ روپے میں تعمیر ہو جاتا ہے۔ اگر حکومت یا کسی ادارے کی طرف سے وسیع پیمانے پر منظم طور پہ کام کیا جائے تو لاگت میں معتدبہ کمی آ سکتی ہے۔ چنانچہ ایف، ای ٹائپ اور نیچے کی کیٹیگری کے مکانات کے معیار تعمیر کے پیش نظر لاگت ایک سو روپیہ فی مربع فٹ سے بھی کم ہو سکتی ہے۔

۲۔ حکومت ملازمین کو پلاٹ الاٹ کرے تاکہ وہ اپنی ضروریات کے مطابق ان پر ذاتی مکان بنا کر رہنے لگیں۔

۳۔ حکومت وسیع پیمانے پر مکان اور فلیٹ بنا کر ملازمین کو قسطوں پر دیدے۔ قیمت مکان کرایہ کی صورت میں ان سے قابلِ وصول ہو۔

۴۔ سرکاری مکانوں کے الاٹیوں کو ذیلی کرایہ دار رکھنے کی اجازت دیدے۔ جیسا کہ پہلے عرض کیا جا چکا ہے (کہ اب بھی بہت سے الاٹیوں نے کرایہ دار رکھ چھوڑے ہیں)۔

۵۔ سرکاری مکانوں کے کرایے مکین (الاٹی) کی تنخواہ کے بجائے مکان کی حیثیت کے مطابق مقرر کئے جائیں۔ مثلاً کسی ڈی ٹائپ مکان میں آٹھ گریڈ کا ملازم رہائش پذیر ہے یا ۲۲ گریڈ کا، اس کا کرایہ یکساں کٹنا چاہیئے۔ (اس صورت میں وزارت تعمیرات کے لئے مکانوں کی الاٹمنٹ کا مسئلہ آسان ہو جائے گا۔ چونکہ اس وقت بیشتر کیس ایسے لوگوں کے ہوتے ہیں جن کے پاس پہلے سے مکان تو ہوتے ہیں لیکن ان کی حیثیت سے کم تر ہونے کی وجہ سے وہ بدلنا چاہ رہے ہوتے ہیں)۔

یہ کس قدر مضحکہ خیز بات ہے کہ اگر کسی ڈی ٹائپ کے مکان میں کوئی اسسٹنٹ رہ رہا ہو تو اس کا کرایہ گریڈ ۱۱ کے مطابق تقریباً دو سو روپے کاٹا جاتا ہے لیکن اس میں اگر گریڈ ۱۸ کا ملازم رہ رہا ہو تو اس کا کرایہ ۶۰۷ روپے کاٹا جاتا ہے۔ یہ انصاف نہیں بلکہ حکم شاہی ہی ہو سکتی ہے کہ ایک ہی سائز کے مکان کا کرایہ اتنے تفاوت کے ساتھ کیونکہ

منصفانہ ہو سکتا ہے۔

۶۔ وزارت تعمیرات اور اسٹیٹ آفس مکانوں کی الاٹمنٹ کا طریق کار معقول، منصفانہ اور یکساں مقرر کریں۔ اس وقت وزارت تعمیرات گزیٹڈ افسران اور اسٹیٹ آفس نان گزیٹڈ ملازمین کو الاٹمنٹ کرنے کے مختار ہیں۔ تقسیم کار کے باوجود الاٹمنٹ کا طریق کار نہایت سست اور غیر منصفانہ ہے

مسئلہ کو حل کرنے کے سلسلے میں اس تقسیم کار کے باوجود کوئی پیش رفت نہیں ہو رہی۔

۷۔ مکانات کی الاٹمنٹ کے سلسلے میں حکومت ترتیب ترجیحات کو بدلے۔ اس وقت اس شخص کو مکان الاٹ کرنے میں ترجیح دی جاتی ہے جس کے پاس کوئی مکان موجود ہو لیکن وہ کسی وجہ سے اس کو بدلنا چاہ رہا ہو۔ مثلاً وہ مکان اس کی پسند کا نہ ہو یا اس کے استحقاق سے نچلے درجے کا ہو۔ اور جس کے پاس سرے سے مکان ہی نہ ہو اس کو عام استحقاق سے بھی کم درجہ مستحق سمجھا جاتا ہے۔

۸۔ مکانوں کو کرایہ پر لینے کا طریق کار سہل بنایا جائے جیسا کہ نیم خود مختار اداروں کے ہاں مروج ہے مثلاً واپڈا، قائد اعظم یونیورسٹی، علامہ اقبال یونیورسٹی اور اٹامک انرجی کے ملازمین کو بڑی آسانی سے مالکان کرایے پر دینے کے لئے آمادہ ہو جاتے ہیں جبکہ سرکاری ملازمین کو اسٹیٹ آفس کے ذریعہ مکان دینے کے لئے شاید ہی کوئی شخص تیار ہوتا ہو۔ حکومت جتنے کرایے کا مکان ملازمین کو لے کر دینا چاہتی ہے وہ ہی رقم ملازمین کو تنخواہ کے ساتھ دے دی جائے۔ وہ اس میں سے جتنے کرایے کا مکان چاہے لے لے۔

۹۔ کرایوں کی تشخیص کے معیارات تبدیل کئے جائیں۔ آج سے دس بارہ سال پرانے معیارات اس گرانی کے زمانے میں نرم کرنے چاہئیں۔ مثلاً گریڈ سترہ اور اٹھارہ کے افسران کے لئے ایک ہزار دو سو روپے ماہانہ کرائے کا مکان* کا مسقف رقبہ ۱۹۳۵ مربع فٹ ہونا چاہیے گویا ایسا مکان جس کا مسقف رقبہ نو مرلہ ہو جس میں ڈرائنگ، ڈائننگ کے علاوہ تین بیڈ، باورچی خانہ۔ برآمدہ۔ سرونٹ کوارٹرز کا ڈرچ ہو کم از کم پندرہ مرلہ پر ہونا ضروری ہے۔ اس زمانے میں اتنے رقبے اور مکانیت کا مکان بارہ سو روپے میں کس طرح مل سکتا ہے۔ لہذا حکومت کو چاہیئے کہ یا تو ان شرائط کو نرم کرے یا کرایہ بڑھا دے۔

توجہ فرمائیں

جن حضرات کی معیاد خریداری ختم ہو گئی ہے وہ جلد از جلد رقم ارسال فرما کر اپنا خریداری نمبر جاری رکھیں۔

سالانہ چندہ	...	۶۵/-
ششماہی	...	۳۳/-
سہ ماہی	...	۱۷/-

محمد سلیم قریشی

بقیہ: مارشل ٹیٹو

انھوں شدید زخمی ہوئے اور گرفتار کر لئے گئے۔ مارشل ٹیٹو کو جنگی قیدی کی حیثیت سے روس بھیج دیا گیا۔ حالات نے ان کا ساتھ دیا۔ روسی انقلاب کے دوران وہ بین الاقوامی ریڈ گارڈ میں شامل ہو گئے۔ ۱۹۲۰ء میں وہ یوگوسلاویہ واپس آ گئے اور کمیونسٹ پارٹی کے سرگرم رکن بن گئے۔ چنانچہ انہیں ۱۹۲۷ء میں ٹریڈ یونینوں کی کنفیڈریشن کی علاقائی کونسل کا سیکرٹری جنرل بنا دیا گیا۔

ابتدا ہی سے مارشل ٹیٹو کی تربیت اشتراکی خطوط پر ہوئی تھی۔ اس لئے انہوں نے مزدوروں اور ٹریڈ یونینوں میں انقلابی شعور پیدا کیا انہوں نے مزدور کے طبقاتی شعور کے لئے دانشورانہ کام کیا۔ انقلابی سرگرمیوں میں حصہ لینے کی وجہ سے انہیں کئی بار گرفتار ہونا پڑا۔

قومی آزادی کی تحریک پر مزدوروں کے مفادات کا تحفظ کرنے میں انہوں نے کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا۔ چنانچہ ملکی مفادات کے پیش نظر انہیں ملک کی کمیونسٹ پارٹی کا سیکرٹری جنرل بنا دیا گیا۔ یہ ان کے لئے ایک بہت بڑا اعزاز تھا۔

جو لوگ دنیا کا امن و سکون تباہ کرتے ہیں وہ زندہ ہی مر جاتے ہیں۔ لیکن جو انسان دنیا کو امن و سلامتی کا پیغام دیتے ہیں وہ لوگ مرنے کے بعد بھی انسانوں کے دلوں میں ہمیشہ زندہ رہتے ہیں۔

عظیم انسانوں کی موت پر ایک مفکر نے کہا تھا کہ وہی لوگ مر جاتے ہیں جنہیں کوئی یاد نہیں کرتا اور جن کی یاد دلوں میں تازہ رہتی ہے وہ کبھی نہیں مرتے۔

* جب یہ مضمون تحریر کیا گیا تھا تو اس کے بعد حکومت نے اپنے کرایوں کی شرح میں تدریجی اضافہ کیا ہے یعنی گریڈ سترہ، اٹھارہ کے لئے ۱۹۳۵ مربع فٹ مسقف رقبہ کے مکان کا کرایہ گیارہ سو روپے تھا اب ایک ہزار دو سو روپے کر دیا گیا ہے۔ اسی طرح دیگر گریڈوں کے لئے مکانات کے کرایوں میں بھی تبدیلی کر دی گئی ہے۔

ترجمان اسلام میں
اشتہار
دے کر اپنی تجارت کو فروغ دیں

عبدالقادر انور فاضل رشیدی، پڑکی

دارالعلوم دیوبند کا صد سالہ اجلاس

دورِ حاضرہ کا عظیم واقعہ

تمام مہمانوں کی تقاریر۔ دارالعلوم اور اطراف کا مختصر تعارف۔ بڑی شخصیتوں کے پیغامات

(اتنی مکمل اور جامع رپورٹ ابھی تک نہیں شائع ہوئی)

جس طرح آفتاب و ماہتاب کسی تعریف یا تعارف کے محتاج نہیں، اسی طرح دارالعلوم دیوبند اپنی خدمات دینیہ کی بنا پر جس عظمت و فضیلت کو پا چکا ہے اس کے بعد اس کے کسی تعارف بالتعریف کی ضرورت نہیں۔ بلکہ دہاں پڑھنے، اس کی طرف نسبت ہونے یا اس کے اکابر سے متعلق ہونے کو سعادت دارین خیال کیا جاتا ہے۔

جہاں جہاں آفتاب کی کرنیں پڑتی ہیں اور ماہتاب چمکتا ہے وہاں تک دارالعلوم کے فیضان کی ملکیت کی حدود ہیں، اور اس کی مقبولیت کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ اس برصغیر میں جب دنیا میں سب سے بڑی اسلامی مملکت "پاکستان" کے نام سے معرض وجود میں آئی تو اس کا پرچم لہرانے کے لئے دیوبند کے ایک صدر مہتمم علامہ شبیر احمد عثمانی کا انتخاب ہوا اور تادم واپسیں وہ پاکستان کے سب سے بڑے دینی منصب شیخ الاسلام پر فائز رہے۔

اور بھارت میں سب سے بڑا سول اعزاز یا خطاب پدما بھوشن دارالعلوم کے شیخ الحدیث حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ کی خدمت میں پیش کیا گیا، لیکن انہوں نے یہ کہہ کر لینے سے انکار کر دیا کہ میں نے تحریک آزادی میں اس لئے حصہ نہیں لیا تھا کہ مجھے اس کا معاوضہ ملے، بلکہ میں نے یہ کام اپنا شرعی فریضہ سمجھ کر سرانجام دیا۔

اسی دارالعلوم کے جشن صد سالہ کی چند برس سے خبریں سننے میں آ رہی تھیں۔ آخر پچھلے سال اس کی حتمی تاریخ بھی مقرر ہو گئی۔ دارالعلوم کی عظمت اور شہرت کی بنا پر ہم نے بھی کمر ہمت چست کی اور صد سالہ تقریبات میں شرکت کے لئے خدا کی مہربانی سے پہنچ گئے۔ اس کی کارروائی ذیل میں آپ کے لئے ضبط تحریر میں لائی گئی ہے۔

عبدالقادر انور فاضل رشیدی پڑکی

۱۹ مارچ کو پاکستان کے علماء، فضلاء، دانشوروں، ادیبوں اور صحافیوں کا ساڑھے آٹھ سو افراد پر مشتمل پہلا قافلہ دارالعلوم دیوبند کے اجلاس صد سالہ میں شرکت کے لئے ہندوستان روانہ ہوا جس میں مولانا مفتی محمود، مولانا حبیب اللہ، مولانا غلام اللہ، سابق وفاقی وزیر صحت میر صبح صادق کھوسو، جامعہ اشرفیہ کے شیخ الحدیث مولانا محمد مالک میاں کاندھلوی، مہتمم مولانا عبید اللہ اور استاذ حدیث و نائب مہتمم مولانا عبدالرحمٰن، قومی اسمبلی کے سابق رکن مولانا عبدالحق، شاہی مسجد کے خطیب مولانا عبدالقادر آزاد، اسلامی نظریاتی کونسل کے رکن مولانا محمد تقی عثمانی، ایک اور رکن مولانا مفتی سیاح الدین کاکاخیل، مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی امیر مولانا خان محمد سجادہ نشین خانقاہ سراجیہ کندیاں، مدرسہ قاسم العلوم کے شیخ الحدیث مولانا مفتی محمد عبداللہ، دارالعلوم کبیروالا کے مہتمم مولانا علی محمد، مدرسہ صادقیہ عباسیہ صادق آباد کے مہتمم مولانا محمد شریف وٹو، ختم نبوت کے ممتاز راہنما مولانا منظور احمد چنیوٹی، پشاور یونیورسٹی شعبہ عربی کے صدر مولانا محمد اشرف، سید انور حسین نفیس رقم، پاکستان طبی کونسل کے رکن حکیم عبدالرشید انور، مدرسہ مطلع العلوم کوئٹہ کے

مہتمم مولانا عبدالواحد، سندھ کے مشہور روحانی پیشوا مولانا محمد شاہ امروٹی، شیخ الحدیث مولانا سرفراز خاں صفدر، ملک کے ممتاز اخبارات کے نمائندے اور صحافی، روزنامہ 'جنگ' کے محمد جمیل، روزنامہ مشرق کی طرف سے جانباز مرزا، ہفت روزہ 'خدام الدین' کے مولانا سعید الرحمٰن علوی، ماہنامہ 'الحق' کے مولانا سمیع الحق، ماہنامہ الرشید کے حافظ عبدالرشید ارشد، البلاغ کی طرف سے مولانا محمد تقی عثمانی بھی اس قافلے میں شریک تھے۔

محکمہ ریلوے نے جشن دیوبند میں لاکھوں افراد کی شرکت کے پیش نظر جلسہ گاہ کے قریب ہی ہنگامی طور پر عارضی ریلوے اسٹیشن قائم کیا ہوا تھا۔ اسٹیشن پر جمعیۃ علمائے ہند کے صدر مولانا سید اسعد مدنی کی زیر قیادت ہزاروں افراد پر مشتمل ایک جماعت نے قافلے کا استقبال کیا۔ دیوبند میں داخل ہوتے ہی ایسا محسوس ہوتا تھا کہ ہر طرف سے آنے والی ٹرینیں، بسیں، ٹرک، ٹرالیاں، بیل گاڑیاں اور موٹر سائیکلیں صرف دیوبند ہی آ رہی ہیں کیونکہ جب بھی ٹرینیں، بسیں وغیرہ دیوبند پہنچتیں تو وہاں آکر خالی ہو جاتیں۔ بسیں نہ صرف یہ کہ اندر سے بھری ہوئی تھیں بلکہ ان کی چھتیں بھی مسافروں سے اٹی پڑی تھیں۔ اس موقع پر گورنمنٹ روڈویز پرائیویٹ اور یو۔پی ٹورزم کمپنیوں نے خصوصی بسیں چلائی ہوئی تھیں۔ ٹرینوں میں کثرت ازدہام سے نہ صرف یہ کہ لوگ چھتوں پر سفر کر رہے تھے بلکہ کچھ فٹ بورڈوں کے ساتھ لٹک رہے تھے۔ ان کے علاوہ قرب و جوار سے لوگ پیدل چلے آ رہے تھے۔ دیوبند سے جلسہ گاہ کے قریب سے گزرنے والی جی۔ٹی۔ روڈ پر دو طرفہ لکڑی کے جنگلے بنا دیئے گئے تھے تاکہ پیدل چلنے والے سڑک کے دونوں کناروں پر چلیں اور ان کی وجہ سے ٹریفک میں رکاوٹ نہ ہو۔ یقیناً دیوبند نے اپنی تاریخ میں اس سے قبل اتنے لوگوں کا ہجوم کبھی نہیں دیکھا۔ اس کے کوچہ و بازار انسانوں سے اٹے ہوئے تھے۔ لاکھوں افراد پنڈال کے قریب کیمپوں میں مقیم تھے۔ اس کے علاوہ دیوبند میں کسی ہندو، سکھ یا مسلمان کا گھر ایسا نہیں تھا جہاں مہمانوں کا قیام نہ ہو۔

شہر سے باہر قاسم پورہ روڈ پر دس لاکھ مربع میٹر رقبہ پر جلسہ گاہ بنائی گئی تھی جو کہ ریلوے لائن اور جی۔ٹی روڈ کے بالکل درمیان میں واقع تھی۔ اس کے ساتھ ہی عارضی ریلوے اسٹیشن بھی قائم کر دیا گیا تھا، نیز قریب ہی ایک ہیلی پیڈ بھی تعمیر کیا گیا۔

منتظمین کی طرف سے بیالیس بڑے کیمپ اور ایک وسیع و عریض پنڈال کا انتظام کیا گیا تھا جنہیں دارالعلوم کے اکابر مولانا محمد قاسم نانوتوی، مولانا رشید احمد گنگوہی، حاجی امداد اللہ مہاجر مکی، شیخ الہند مولانا محمود الحسن وغیرہ حضرات کے نام سے موسوم کیا گیا تھا۔

عرب ممالک سے آئے ہوئے وفود کو جامعہ طبیہ اور اس موقع پر یو۔پی حکومت کی طرف سے تعمیر کردہ گیسٹ ہاؤس میں ٹھہرایا گیا تھا جبکہ پاکستانی مندوبین 'دار جدید' مہمان خانہ اور پاکستانی کیمپ میں ٹھہرے ہوئے تھے۔ ہندوستانی مندوبین کے لئے ضلع وار کیمپ قائم کئے گئے تھے۔

مندوبین کی سہولت کے لئے کیمپوں اور راستوں کے ناموں کے ساتھ تیار شدہ جہازی سائز کے نقشوں کے بورڈ تمام چوراہوں پر نصب کئے گئے تھے۔

اور اسی طرح اہم مقامات پر دفتر معلومات قائم کئے گئے تھے جہاں چوبیس گھنٹے لوگوں کی رہنمائی کی جاتی تھی۔

عارضی ٹیلیفون ایکسچینج

تمام انتظامات کی نگرانی کے لئے ایک عارضی ٹیلیفون ایکسچینج قائم کیا گیا تھا جس میں قاری طیب صاحب مہتمم کے دفتر اور مکانے، مولانا اسلم قاسمی منتظم تقریبات صد سالہ کے دفتر، دفتر لازمی خدمات (بجلی اور پانی وغیرہ)' دفتر ابنائے قدیم، دفتر محافظ خانہ، دفتر حفاظتی دستہ، دفتر استقبالیہ، دفتر مہمان خانہ، دفتر جامعہ طبیہ (ہسپتال و کالج و ایمبولینس) جنریٹروں کے دفاتر، فائر بریگیڈوں کے دفاتر وغیرہ کو کنکشن دیے گئے تھے۔

فراہمی آب

پورے کیمپ میں پانی کی فراہمی کے لئے ۲۴ ٹیوب ویل لگائے گئے تھے۔ علاوہ ازیں پانچ سو دستی ہینڈ پمپ بھی لگائے گئے، جبکہ شہر کی تمام مساجد اور دارالعلوم کے ٹیوب ویل اور موٹریں بھی دن رات کام کرتی رہیں جس سے وضو، غسل اور پینے کے علاوہ ہوٹلوں کو بھی کسی قسم کی دقت کا سامنا نہ کرنا پڑا۔

صفائی اور حفظان صحت

جا بجا عارضی غسل خانے اور بیت الخلا تعمیر کئے گئے تھے اور ان کے نکاس کے لئے نالوں اور چوبچوں کی تعمیر کی گئی تھی جبکہ روزانہ کیمپوں، نالیوں، چوبچوں میں جراثیم کش ادویات کا چھڑکاؤ کیا جاتا تھا، ان اقدامات کی بجا آوری کے لئے فراش، جاروب کش، بہشتی اور مزدور وغیرہ مقرر کئے گئے تھے۔

طبی امداد

دارالعلوم کی طرف سے جامعہ طبیہ میں یونانی اور ایلوپیتھک دونوں طرح کی طبی امداد کا اہتمام کیا گیا تھا جس کے لئے مناسب مقدار میں ضروری دوائیں فراہم کی گئیں اور فوری طبی مراکز قائم کئے گئے جہاں کوالیفائیڈ اطباء اور ڈاکٹروں کا تقرر کیا گیا تھا جبکہ طبیہ کالج ہسپتال میں حفظ ماتقدم کے طور پر مناسب تعداد میں بستروں کا انتظام بھی کیا گیا تھا جبکہ ہمدرد کلب' لائنز کلب دیوبند، اسی طرح کلکتہ اور بمبئی وغیرہ دور دراز جگہوں سے سینکڑوں فری ڈسپنسریاں قائم کی گئی تھیں۔

مواصلات

دارالعلوم سے پنڈال جانے اور وہاں سے

فراغت کے بعد واپس دارالعلوم جانے کے لئے بسوں، منی بسوں اور کاروں کا انتظام کیا گیا تھا جو تھوڑے تھوڑے وقفے کے بعد مہمانوں کو ایک جگہ سے دوسری جگہ پہنچاتی رہتی تھیں جبکہ سامان کی بار برداری کے لئے ٹرکوں کا انتظام بھی کیا گیا تھا۔

پولیس:۔

صد سالہ تقریبات کی کاروائی کور کرنے کے لئے جلسگاہ کے بالکل سامنے پریس سے متعلقہ لوگوں کے لئے خصوصی طور پر جگہ کا انتظام کیا گیا تھا جہاں پاکستان، ہندوستان، مصر، شام، سعودی عرب، اردن، عراق وغیرہ مقامات کے اخبارات کے نمائندے جمع تھے۔

ڈاک خانہ

شرکاء کی سہولت کے لئے پنڈال میں ہی ڈاکخانہ کی عارضی برانچ کھولی گئی تھی جہاں سے ڈاک ٹکٹ، لفافے اور کارڈ وغیرہ میسر تھے۔

حفاظتی (رضاکار) دستے

اس مقصد کے لئے رضا کاروں کے پانچ مستقل شعبے بنائے گئے تھے۔ ہر شعبے کے بیج وغیرہ دوسرے شعبوں سے مختلف تھے۔

۱۔ صدیق اکبر دستہ: یہ دستہ ریلوے اسٹیشن اور بس سٹینڈ پر مہمانوں کا استقبال کرتا تھا۔

۲۔ فاروق اعظم دستہ: یہ مہمانوں کو اسٹیشن اور بس سٹینڈ سے مرکز استقبالیہ تک پہنچاتا تھا۔

۳۔ عثمان غنی دستہ: مہمانوں کو مرکز استقبالیہ سے ان کی قیام گاہوں میں لے جاتا تھا۔

۴۔ علی المرتضیٰ دستہ: یہ دستہ مہمانوں کو اسٹیج پر ان کے لئے مخصوص جگہوں پر پہنچاتا تھا۔ نیز جلسہ گاہ میں نظم وضبط کی دیکھ بھال بھی اسی کا کام تھا، جبکہ پانچواں محافظ دستہ تھا۔

بیج (تمغے)

اراکین استقبالیہ۔ فضلاء، ممتاز مہمانوں، مندوبین، رضاکار دستوں اور دیگر تمام ذمہ داروں کے لئے المونیم، پلاسٹک، کپڑے اور گتے کے مختلف قسم کے بیج تیار کرائے گئے تھے جو کہ مختلف رنگوں اور شکلوں میں تھے۔

بینک سروس

دوران اجلاس دارالعلوم والوں نے زائرین کی سہولت کے لئے سٹیٹ بنک آف انڈیا کا دفتر بھی دارالعلوم کے جامعہ طبیہ میں کھلوا رکھا تھا جبکہ جمعیۃ علماء ہند کا ادارہ مسلم ٹرسٹ فنڈ بھی کرنسی وغیرہ کی تبدیلی کے سلسلے میں چار مقامات پر خدمات سرانجام دے رہا تھا۔

بروز جمعہ ٹھیک ڈیڑھ بجے حکیم الاسلام مولانا قاری محمد طیب مدظلہ مہتمم دارالعلوم دیوبند نے خطبۂ جمعہ شروع کیا اور پورے مجمع پر ہو کا عالم طاری ہو گیا۔ جمعہ ادا کرنے کے بعد صد سالہ تقریبات کا باقاعدہ طور پر آغاز ہوا۔

پہلے اجلاس کی صدارت کے لئے الشیخ عبداللہ المحسن الترکی وائس چانسلر امام محمد بن سعود یونیورسٹی ریاض سعودی عرب کا نام پکارا گیا۔ وہ اپنی نشست سنبھال چکے تو عالم اسلام کے شہرہ آفاق قاری الشیخ عبدالباسط عبدالصمد نے واعتصموا بحبل اللہ جمیعا ولا تفرقوا کا ساز چھیڑا۔ شاہ خالد کے خصوصی ایلچی اور ریاض یونیورسٹی کے وائس چانسلر الشیخ عبداللہ عبدالمحسن الترکی نے اجلاس کا افتتاح فرمایا اور جلالۃ الملک شاہ خالد کی طرف سے دس لاکھ روپے اور دس لاکھ روپے اپنی طرف سے صد سالہ تقریبات کے لئے عطیہ دینے کا اعلان کیا۔

اس کے بعد نعروں کی گونج میں حضرت مولانا قاری محمد طیب قاسمی مہتمم دارالعلوم دیوبند خطبۂ استقبالیہ پیش کرنے کے لئے تشریف لائے۔ انہوں نے اپنے مفصل اور مبسوط خطبۂ استقبالیہ میں دارالعلوم دیوبند کے ماضی، حال اور مستقبل پر مختصر مگر جامع انداز میں روشنی ڈالی۔

انہوں نے فرمایا کہ ہم اس ایمانی اور تاریخی اجتماع کے موقع پر جو برصغیر کی سب سے قدیم اور سب سے بڑی بین الاقوامی تعلیم گاہ "جامعہ اسلامیہ دارالعلوم دیوبند میں منعقد ہو رہا ہے جس میں تمام اسلامی خطوں کے فضلاء اور اربابِ دانش جمع ہیں، سب سے پہلے اللہ جل جلالہ کا شکریہ ادا کرتے ہیں کہ اس نے اس چھوٹی سی بستی میں سارے جہان کی نامی گرامی علم وعمل والی بڑی بڑی ہستیوں کو یکجا کیا۔ اس کے بعد میرا فرض ہے کہ میں بحیثیت خادم جامعہ اپنی مجلس شوریٰ، ادارہ کے اساتذہ، شیوخ، طلبائے عزیز، فضلائے گرامی، مسلمانانِ ہند، جمیع کارکنانِ ادارہ اور بالخصوص اجلاس صد سالہ کے مخلص کارکنوں کی طرف سے آنے والے مہمانانِ کرام کا شکریہ ادا کروں۔ انہوں نے اجلاس کے مقاصد سے آگاہ کرتے ہوئے دینی تعلیم کو مسلمانوں کی موجودہ اور آئندہ نسلوں کی ضرورتوں اور زمانے کے نئے تقاضوں سے ہم آہنگ کرنے پر بھی زور دیا۔

انہوں نے مزید فرمایا کہ سائنس کی ترقی کے بعد اس بات کی ضرورت محسوس کی جا رہی ہے کہ مذہب کی برتری اور اسلام کے بنیادی عقیدوں کو برقرار رکھتے ہوئے انکشافات جدیدہ کو اپنایا جائے اور مسلمانوں کی موجودہ اور آئندہ نسلوں کو باخبر انسان اور سچا مسلمان بنانے کے لئے ایک مناسب لائحہ عمل تیار کیا جائے اور سائنس اور مذہب کو ایک دوسرے کی ضد قرار دینے کی بجائے دونوں میں ایک عقلی اور منطقی سمجھوتے کو ممکن بنایا جائے۔ قاری صاحب نے فرمایا کہ اس قسم کی کوشش

> سائنس اور مذہب کو ایک دوسرے کی ضد قرار دینے کی بجائے دونوں میں ایک عقلی اور منطقی سمجھوتے کو ممکن بنایا جائے

صدی کی سب سے بڑی خدمت ہو گی۔ اگر اس سلسلے میں صاف ستھرے منصوبے مرتب ہو سکیں اور مناسب فیصلے کئے جا سکیں تو عوام، حکومت اور ملک و ملت کے متعلق اس سے اچھے تاثرات قائم ہو سکیں گے اس طرح دارالعلوم کا یہ اجلاس ثقافتی اور علمی روابط کا ایک اہم وسیلہ بن جائے گا۔

بعد ازاں قاری صاحب موصوف نے دارالعلوم دیوبند کی ملی و ملی خدمات کا تذکرہ فرمایا اور دارالعلوم کے لئے لائحہ عمل پیش کیا۔

کویت کے وزیر اوقاف و اسلامی امور شیخ جاسم الحجی پہلے مقرر تھے۔ انہوں نے جامعہ کی خدمات پر روشنی ڈالتے ہوئے کہا کہ

جامعہ نے پچھلی صدی میں اسلام کی جو علمی و عملی خدمات سرانجام دی ہیں وہ تاریخ عالم کا ایک روشن باب ہیں۔

ان کے بعد ہندوستان کی وزیر اعظم مسز اندرا گاندھی نے اپنی لکھی ہوئی تقریر پڑھی جبکہ مذکورہ لکھی ہوئی تقریر سے ہٹ کر بھی چند جملے کہے۔

مسز اندرا گاندھی نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ اس خصوصی تقریب میں بیرونی ممالک اور ہندوستان کے مختلف علاقوں سے ممتاز علماء کی اتنی بڑی تعداد میں شرکت سے ظاہر ہوتا ہے کہ اسلامی دنیا میں اس ادارے کا مقام کتنا بلند ہے۔ اسلام نے ہندوستان کے کلچر میں جو شاندار اضافہ کیا ہے اس کی تعریف کرتے ہوئے اندرا گاندھی نے کہا کہ:

اسلامی دنیا کے مختلف حصوں کے علماء دستکاروں اور صناعوں نے ہندوستان کو اپنا وطن بنایا۔ انہوں نے اپنے نقوش نہ صرف ہماری زندگی پر چھوڑے بلکہ ہمارے مرغزار کو بھی ان سے مالا مال کیا۔ انہوں نے مزید کہا کہ مسلمانوں کے مختلف گروہ یہاں آتے وقت اپنے ساتھ اسلامی تخیل اور کلچر کا جو سرمایہ لائے اس سے ہندوستان کو مضبوط بنانے میں زبردست مدد ملی' جس سے اہل ہند کو معلوم ہوا کہ تنوع اور رنگارنگی طاقت کا ذریعہ و وسیلہ ہو سکتے ہیں۔

انہوں نے مزید کہا کہ اسلامی تخیل نے قدیم ہندوستانی تخیل کے ساتھ مدغم ہو کر بہت سے نئے خیالات کو جنم دیا ہے۔ عظیم مسلم شاعروں کے مضمون اور کلام کو ہندوستانیوں نے اپنایا ہے۔ اور یہ ہماری روزمرہ کی بول چال کا حصہ بن گئے ہیں۔

مسز گاندھی نے کہا کہ بدھ دھرم، جین دھرم اور سکھ دھرم ہندوستان کی پیداوار ہیں — یہودیت، عیسائیت اور اسلام ہمسایہ ممالک سے یہاں آئے ہیں لیکن ہم نے کبھی بھی ان کو غیر ملکی مذہب قرار نہیں دیا۔ ہم اسلام کو بالکل ہندوستان ہی کا مذہب سمجھتے ہیں۔ ہمارے ملک کے تقریباً چھ کروڑ عوام اس مذہب کو مانتے اور اس پر عمل کرتے ہیں' اور دوسرے اس کا انتہائی احترام کرتے ہیں۔

دارالعلوم دیوبند کا تذکرہ کرتے ہوئے مسز گاندھی نے کہا کہ اس ادارے نے ہمارے قومی احیاء نو کے سلسلے میں زبردست کردار ادا کیا ہے اور اس کے فضلاء نے پوری اسلامی دنیا میں اپنا نام روشن کیا ہے۔ مسز گاندھی نے کہا کہ خود یہ ادارہ ہماری قومی بیداری اور غیر ملکی اقتدار کے خلاف اس کی جنگ کا ثمرہ ہے —

ہندوستان کی جد و جہد آزادی کا پس منظر بیان کرتے ہوئے انہوں نے ۱۸۵۷ء کی بیداری اور ناکام بغاوت کا حوالہ دیا اور کہا کہ بیداری کی وہ تحریک سیاسی طور پر گو ناکام ہوئی لیکن اس کی وجہ سے ہماری قوم میں ثقافتی بیداری پیدا ہوئی۔ ہندوستانیوں میں اپنے ہندوستانی ہونے کا زبردست احساس پیدا ہوا، اور انہوں نے اپنی ذہنی اور سیاسی آزادی کے لئے کام کرنا شروع کر دیا۔ بہت بڑی تعداد میں انتہائی ممتاز اور روشن خیال صوفی، سنت، مفکرین سوشل ریفارمر اور شعراء پیدا ہوئے۔ متعدد ادارے قائم ہوئے، ان میں سے ایک دارالعلوم دیوبند ہے اور ایک انڈین نیشنل کانگریس۔ ۱۹۴۷ء میں ہمارے ملک کو آزادی نصیب ہوئی۔ دارالعلوم نے آزادی کے لئے ہماری تڑپ کے ساتھ اپنا رابطہ قائم رکھا۔ اس طرح اس ادارے نے ہمارے قومی احیاء نو میں زبردست کردار انجام دیا ہے۔

انہوں نے توقع ظاہر کی کہ دارالعلوم ہندوستان اور عالم اسلام کی امتیاز کے ساتھ خدمت جاری رکھے گا۔ نیز انہوں نے کہا کہ بھارت سرکار ملک میں اقلیتوں کے تحفظ کے لئے ہر ممکن کوشش کرے گی۔ انہوں نے کہا اگرچہ کچھ لوگ فرقہ وارانہ کشیدگی پیدا کرنے کی کوشش کر رہے ہیں تاہم ہم ان لوگوں کی کوششوں کو ناکام بنا دیں گے۔ اس پہلے اجلاس سے ان کے علاوہ بھی چند حضرات نے خطاب کیا۔

صد سالہ تقریبات کی دوسری نشست کی صدارت قطر کے وزیر امور مذہبی یوسف القرضاوی نے کی اور تلاوت کے لئے دارالعلوم دیوبند کے استاد قاری عبدالرحمٰن سہارنپوری کو دعوت دی گئی۔ بعد ازاں سعودی عرب کے ہز ہائی نس شیخ عبداللہ بن باز کا پیغام پڑھ کر سنایا گیا۔ ان کے بعد معالی الشیخ یوسف ہاشم الرفاعی سابق وزیر کویت نے ہندوستانی مسلمانوں سے خصوصاً اور تمام عالم اسلام سے عموماً مخاطب ہو کر ارشاد فرمایا کہ ہمیں ایسا بلند کردار اپنانا چاہیئے کہ جس سے ہماری عظمت رفتہ واپس لوٹ آسکے۔

انہوں نے مزید فرمایا کہ مسلمانوں کی عزت و عظمت تعلیمات نبوی (صلی اللہ علیہ وسلم) کے اپنانے میں ہے۔ ہمیں اپنے کھانے پینے، سونے جاگنے، نشست و برخاست غرضیکہ زندگی کے ہر لمحہ میں تعلیمات نبوی کو اپنانا چاہیئے۔ انہوں نے اجتماع کے بارے میں فرمایا کہ میں نے اپنی پوری زندگی میں جو اجتماعات دیکھے ہیں، یہ ان سب سے بڑا اجتماع ہے۔ انہوں نے مزید کہا کہ ہم یہاں کھانے پینے اور سونے کے لئے نہیں آئے بلکہ ہم نے اخلاق و کردار کو سنوارنا ہے۔ انہوں نے کہا ہند میں کروڑوں مسلمان بستے ہیں ان کی تعداد اکثر ممالک اسلامیہ کی تعداد سے زیادہ ہے اس لئے انہیں چاہیئے کہ وہ ملک اور بیرون

ملک ایسا کردار ادا کریں جسے دیکھ کر غیر مسلم بھی اسلام میں جوق در جوق شامل ہوں۔ اس ملک میں مسلمان صاحب علم اور عوام کو علوم خصوصاً جدید ٹیکنالوجی اور صنعت وحرفت میں بھی آگے بڑھنا چاہیئے تاکہ وہ کسی کے محتاج نہ ہوں۔ ایک طرف ان کے پاس عقیدہ کا ہتھیار ہو اور دوسری طرف وہ فنون کے اسلحہ سے لیس ہوں تو دنیا کی کوئی طاقت انہیں نقصان نہیں پہنچا سکتی۔

انہوں نے بتلایا کہ آج جب مسز اندرا گاندھی وزیر اعظم ہند اجلاس میں شرکت کے لئے آئیں تو ہم نے ان پر زور دیا کہ مسلمانوں کی جان ومال کا تحفظ کیا جائے، اردو زبان کو فروغ دیا جائے اور حکومت دارالعلوم دیوبند کی سند کو تسلیم کرے تاکہ دارالعلوم کے فضلاء پر ملازمت کے دروازے بند نہ ہوں۔ انہوں نے کہا کہ جو لوگ دارالعلوم سے محبت رکھتے ہیں ان کے نزدیک یہ معقول مطالبات ہیں اس لئے انہیں اور دارالعلوم کی مجلس شوریٰ کو چاہیئے کہ وہ اس سلسلہ میں حکومت ہند کو یاددہانی کراتے رہیں۔ آخر میں انہوں نے افغانستان، لبنان اور فلسطین کے مسلمانوں کے لئے دعا کرنے پر حاضرین کو توجہ دلائی۔

ان کے بعد الشیخ عبداللہ العقیل مدیر الشؤون الاسلامیہ بدولۃ الکویت تشریف لائے۔ خطبہ مسنونہ کے بعد انہوں نے مسلمانوں کو کتاب وسنت پر عمل پیرا ہونے اور بدعات ومحدثات ترک کرنے کی تلقین کی۔ انہوں نے قرآنی فرمان کا حوالہ دیتے ہوئے فرمایا کہ اسلام آخری دین اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی ہیں۔ اس لئے ہمیں اسلامی تعلیمات کے مطابق گناہوں سے اجتناب کرتے ہوئے خلوت اور جلوت میں اسلامی احکامات کو بروئے عمل لانا چاہیئے کیونکہ آج کے دور میں اسلام ہم سے اسی کا تقاضہ کرتا ہے۔ آخر میں انہوں نے دعا کی کہ خدا کرے یہ اجتماع باعث برکت ہو اور دارالعلوم سے قدیم نہج پر قرآن وسنت کے چشمے پھوٹیں۔

ہندوستان میں پندرھویں صدی ہجری کی تقریبات کے صدر اور عالم اسلام کے ممتاز دانشور اور محقق مولانا حامد الانصاری غازی نے مختصر سے وقت میں فرمایا کہ،

"دیوبند میں ہماری آمد کا مقصد کوئی تفریحی نہیں اور نہ ہی یہ کوئی سیاسی اجتماع ہے بلکہ ہم یہ دیکھنے کے لئے آئے ہیں کہ ہمارے شیوخ واکابر نے پچھلی صدی میں کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کی کیا خدمات سرانجام دی ہیں۔"

ان کے بعد مصر کے جامعہ عین الشمس کے مدیر الدکتور الشیخ محمد المحجوب کا نام پکارا گیا۔ موصوف نے مصر کے صدر انور السادات کا پیغام پڑھ کر سنایا۔ اس کی تلخیص پیش خدمت ہے:۔

محترم بزرگ بھائی جناب مولانا
قاری محمد طیب مہتمم دارالعلوم دیوبند
یہاں کے مکرم اساتذہ، عزیز طالب علموں
اور مسلمان بھائیو!
السلام علیکم ورحمۃ وبرکاتہ

علم وایمان کے مرکز، اسلام کے قلعہ اور قرآنی زبان کے عالمی مدرسے مبارکباد قبول فرمایئے۔ وہ مصر جو حجاز کی سرزمین ہے جس کی روشنی ایک ہزار برس سے پوری دنیا میں پھیل رہی ہے۔ وہاں کے لوگوں کے دل تمہارے ساتھ دھڑک رہے ہیں اور ان کی ہمدردیاں آپ کے ساتھ ہیں۔ میرا ذاتی اور اسلامی تعلق خاص طور پر جب میں ۱۹۵۵ء میں آپ کی زیارت کے لئے حاضر ہوا اس پچیس برس کے عرصے میں برابر بڑھتا رہا۔ کیونکہ آپ اسلام اور عربی زبان کی ایک سو برس سے خدمت فرما رہے ہیں۔ اور آپ نے علم کی روشنی پھیلا کر خدا کے راستے کی تاریکیوں کو دور فرمایا ہے۔ اور مجھے امید ہے کہ آپ کی یہ علمی اور دینی خدمت دن دوگنی رات چوگنی بڑھتی رہے گی۔

میں سنہ ۱۹۵۵ء میں ہندوستان سے واپس مصر آ کر جامعہ ازہر کا وفد آپ سے رابطے کے لئے ترتیب دیا جس کی قیادت اس وقت موجودہ وزیر اوقاف الشیخ عبدالمنعم النمر فرما رہے تھے اور شیخ ازہر صد سالہ تقریبات میں مصر کی نمائندگی کر رہے ہیں۔ آزادی ہند کے بعد دارالعلوم سے یہ ہمارا پہلا رابطہ تھا۔ اس کے بعد متعدد مواقع پر یہ رابطہ مزید گہرا ہوتا گیا۔

حکومت مصر آپ کی ان خدمات کا جو آپ نے اسلامی ثقافت کے پھیلانے اور ملک کی آزادی اور ترقی کے لئے کی ہیں آپ کو تہ دل سے مبارکباد پیش کرتی ہے اور امید کرتی ہے کہ آپ کے اور ہمارے پاکیزہ تعلقات پہلے سے بھی زیادہ ترقی پذیر ہوں گے۔ نیز اپنی بقا کی جنگ اور بیت المقدس کی واپسی اور فلسطینی عوام کے حقوق کی بازیابی میں آپ کے تعاون اور دعا کی درخواست کرتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اور آپ کو ہر قسم کی پریشانیوں سے محفوظ رکھے۔

اب رابطہ عالم اسلامی کے رئیس قسم الصحافۃ الشیخ محمود الحافظ مدینہ منورہ تشریف لائے۔ موصوف مدینہ منورہ کے مفتی بھی ہیں۔

انہوں نے فرمایا کہ جب مجھے دارالعلوم دیوبند حاضری کی دعوت دی گئی تو میری خوشی اور مسرت کا کوئی ٹھکانہ نہ رہا۔ میری نظروں میں وہ منظر گھوم گیا جبکہ حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ نے برصغیر میں اسلام کے بقا اور تحفظ کے لئے ایک مدرسہ کی بنیاد رکھی اور پھر مولانا محمد قاسم نانوتویؒ، مولانا رشید احمد گنگوہیؒ، شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندی، شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ اور شیخ الاسلام حضرت علامہ شبیر احمد عثمانیؒ نے تاریکی میں اسلام کے تابناک چہرے سے نحوست دور کر کے اس کی ضیا پاشیوں کو عام کر دیا۔ بانی کبیر حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ اور ان سے

مجاہد ساتھیوں نے دینِ اسلام کے تحفظ اور نشر و اشاعت کے لئے زبردست محنت کی ۔ انہوں نے مخالفین اسلام سے مناظرے اور مجادلے کئے، جن میں ان کے مخالفین نے ہر مرحلہ میں شکست فاش کھائی۔ انہوں نے فرمایا کہ جس طرح مدینۂ طیبہ مبارک ہے حالانکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد سے پہلے اس کا نام اور تھا لیکن آپ علیہ السلام نے اس کا نام اپنی آمد کے بعد المدینہ (خاص شہر) رکھا اور پھر خدا کے فضل سے مدینہ کو ساری دنیا میں ایک مثالی شہر بنا کر دکھایا۔ اسی طرح خدا نے اس دیوبند کی بستی کو اپنے دین کی خدمت کے لئے منتخب کر لیا جو کہ اس خطہ پر خدا کا عظیم احسان ہے ۔ انہوں نے جامعہ کی سو سالہ تفسیری، حدیثی، فقہی اور علمی خدمات کو ناقابلِ فراموش قرار دیتے ہوئے مسلمانوں کو تلقین کی کہ وہ جامعہ کی ہر قسم کی امداد کریں اور دار العلوم کی انتظامیہ سے درخواست کی کہ وہ سارے عالمِ اسلام کی مسلم یونیورسٹیوں سے برابر رابطہ قائم رکھیں اور علمی افادے اور استفادے کا دائرہ وسیع کریں۔

ان کے بعد متحدہ عرب امارات کے چیف جسٹس معالی الشیخ احمد عبد العزیز المبارک کی طرف سے ان کے ایک نائب الشیخ تقی الدین نے ان کا پیغام پڑھ کر سنایا:

"تمام تعریفیں اس ذات کے لئے ہیں جس کی اجازت کے بغیر کوئی حرکت بھی نہیں کر سکتا اور درود و سلام انبیاء اور رسولوں کے سردار محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے اصحاب و آلِ پاک پر ہو۔

امابعد ۔ میں اس مبارک اجتماع میں افادے اور استفادے کی غرض سے شرکت کے لئے پختہ ارادہ کئے ہوئے تھا لیکن چند در چند مجبوریوں کی بنا پر اس سعادت سے محروم رہا اور گو میں جسمانی طور پر اس میں شریک نہیں ہو سکا لیکن قلبی طور پر حاضر ہوں ۔ چنانچہ میں اپنی عدم شرکت پر آپ حضرات اکابر سے معذرت خواہ ہوں کیونکہ بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ انسان کی خواہشات زمانے کے ہاتھوں دم توڑ جاتی ہیں ۔

میری دعا ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ آپ پر اپنی مہربانیوں کی بارش فرمائیں اور اپنی طاقت سے تمہاری مدد فرمائیں اور آپ کے ایسے کلمات ہمارے کانوں میں پڑیں جن سے سر بلند اور دل خوش ہو جائیں ۔ میں اپنی نیابت کے لئے الدکتور الشیخ تقی الدین کو بھیج رہا ہوں ۔ میری طرف سے دار العلوم کے مہتمم فضیلۃ الشیخ مولانا طیب الحسن کے رفقائے کار اور دنیا کے دیگر فضلا کو بہت بہت مبارکباد ہو"

ان کے بعد متحدہ عرب امارات کی جمعیت اصلاحی کے صدر اور زید بن سلطان، امیر متحدہ امارات کے بچوں کے اتالیق شیخ محمود احمد قیسیہ کو دعوتِ سخن دی گئی ۔ موصوف نے جذبات سے لبریز اپنی تقریر میں ارشاد فرمایا۔ خطبہ مسنونہ کے بعد ۔ اسلام کی بنیاد اس کے لئے بمنزلہ اینٹ اور پتھر مدارس اسلامیہ ہیں ۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ اگر دین حاصل کرنا چاہو تو علم حاصل کرو ۔ اگر دنیا حاصل کرنا چاہو تب بھی تعلیم حاصل کرو ۔ اور اگر دین و دنیا دونوں کے حصول کا ارادہ ہو تب بھی علم حاصل کرو ۔ اس سے علم کی عظمت معلوم ہو سکتی ہے ۔ انہوں نے مسلمانوں کو جہاد کا بھولا ہوا سبق یاد دلاتے ہوئے فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ میری بعثت سے لے کر قیامت قائم ہونے تک جہاد جاری رہے گا ۔ کسی عادل کا عدل اور ظالم کا ظلم اسے منسوخ نہیں کر سکتا ۔ انہوں نے کہا کہ جب تک جہاد کا جھنڈا سر بلند رہے گا مسلمانوں کو عزت و عظمت ملے گی اور جب سے یہ جھنڈا مسلمانوں کے ہاتھ سے گرا ہے اس وقت سے لے کر ہماری عزت و وقار خاک میں مل چکا ہے ۔ انہوں نے اپنی جماعت جمعیۃ اصلاحی کا مقصد اور پروگرام کا مختصر سا تعارف کراتے ہوئے بتلایا کہ ہماری جماعت کے اراکین نے یہ عزم کر رکھا ہے کہ ہر حالت میں سچ بولیں گے اور مسلمانوں کی معاشی پریشانیوں کے دور کرنے میں بھی ہم کوشاں ہیں ۔ انہوں نے اس تصور کو بالکل غلط قرار دیا جو اکثر لوگ سمجھتے ہیں کہ عرب امارات میں کوئی غریب نہیں ہے۔ انہوں نے بتلایا کہ وہاں کے مفلسوں اور محتاجوں کے لئے ہم زکوٰۃ اور صدقات وغیرہ اکٹھا کر کے تقریباً ۹ ہزار دینار غرباء، مساکین اور فقراء پر خرچ کرتے ہیں ۔ انہوں نے اپنے دائرہ کار کو ناکافی قرار دیتے ہوئے بتلایا کہ ہم نے اس منصوبے کو پورے ملک اور پھر بیرونی ملک پھیلانے کے لئے پلان تیار کر لیا ہے اور ہمارے سابقہ کام کے لحاظ سے ہمیں خدا کی ذات سے امید ہے کہ وہ ہمیں ان مقاصد عالیہ میں کامیاب و کامران فرمائیں گے ۔ آخر میں انہوں نے تمام مسلمانوں کو تلقین کی کہ اسلام پر تعلیمات نبوی کی روشنی میں ثابت قدم رہیں ۔

اور رات کے اجلاس کے آخر میں کویت کے وفد کے قائد اور کویت کے امور اسلامی اور اوقاف کے وزیر معالی الشیخ یوسف جاسم الحجی کو امیر کویت کا پیغام پیش کرنے کی دعوت دی گئی ۔ امیر کویت نے اپنے پیغام میں فرمایا:

خطبہ مسنونہ کے بعد کہ نہ صرف میں بلکہ پورا عالم اسلام دار العلوم کی عظیم خدمات کا معترف ہے ۔ دار العلوم نے آزادی اور خودداری کے جو چراغ روشن کئے ہیں ان کی تابانیاں دن بدن بڑھ رہی ہیں ۔ دار العلوم دیوبند نے خصوصاً عقائد کی پاکیزگی اور دین سے غلط رسومات نکالنے کے لئے جو خدمات سر انجام دی ہیں، ان پر یہ کہنے میں، میں حق بجانب ہوں کہ یہ ایسی عظیم نہر یا دریا ہے جس سے ایک مخلوق خدا مستفید ہو رہی ہے ۔ یہ اجلاس نئی صدی کے آغاز پر ہو رہا ہے اور آئندہ صدی مسلمانوں کے لئے ایک زبردست چیلنج کی حیثیت رکھتی ہے ۔ اس

موقع سے دنیا بھر کے مسلمانوں کو مل بیٹھنے اور عالم اسلام کو درپیش چیلنجوں کا توڑ کرنے کے لئے سوچنے کا موقع ملے گا۔ اور دوسرا اجلاس شیخ یوسف جاسم الحجی کی دعا پر ختم ہوگیا۔

دوسرا روز

آج صد سالہ تقریبات کا دوسرا روز ہے۔ آٹھ بجنے والے ہیں اور تقریبات کا آغاز ہونے والا ہے۔ وسیع و عریض پنڈال انسانوں سے چھلک رہا ہے۔ جس میں عربی بھی ہیں عجمی بھی، گورے بھی، کالے بھی، امیر و غریب، حاکم و محکوم، زمیندار اور کاشتکار، مل مالک اور مزدور بھی، غرضیکہ ہر طبقۂ زندگی سے تعلق رکھنے والے لوگ تسبیح کے دانوں کی طرح پروئے ہوئے نظر آتے ہیں اور دارالعلوم کی صد سالہ تقریبات کے ماسٹر پلان کے مرتب علامہ حامد الانصاری غازی کے اشعار میرے قلب و دماغ میں ہلچل مچا دیتے ہیں۔ ان سے تھوڑی سی معذرت کے ساتھ بادنیٰ تصرف اشعار حاضر ہیں۔ پڑھیئے اور سر دھنیئے ؎

دیوبند کے دن رات اللہ اکبر
دیوبند کی کیا بات اللہ اکبر
نمازوں کے اوقات اللہ اکبر
اذانوں کے لمحات اللہ اکبر
دل و جان و ایماں حضوری میں
نہ شرک اور نہ بدعات اللہ اکبر
یہاں آ کے سب امتی مل گئے ہیں
یہاں کی ملاقات اللہ اکبر
یہیں سے چلے تھے یہیں چلیں گے
سفر کی یہ سوغات اللہ اکبر

مہبط الوحی کے لئے مرکز مہر و وفا، مرکز اسلام اور مہبط قرآن مدینہ طیبہ کی عظیم درسگاہ جامعہ اسلامیہ (مدینہ یونیورسٹی) کے وائس چانسلر علم و عمل کے پیکر فضیلۃ الدکتور الشیخ عبداللہ زاید کا نام پکارا گیا۔ انہوں نے کرسئ صدارت کو رونق بخشی۔ اور پھر تلاوت کلام پاک کے لئے دارالعلوم کے شعبہ تجوید کے استاد قاری سعید عالم صاحب کو دعوت دی گئی۔ ذکر ہی پری وش کا اور پھر بیان اپنا

کے مصداق قاری صاحب نے جب سورہ حجرات کی آیات کے تاروں کے مضراب کو حرکت دی تو ایک وجد آفریں کیفیت طاری ہوگئی۔ موصوف جن آیات کی تلاوت کر رہے تھے ان کا ترجمہ یہ ہے:

"اے لوگو بے شک ہم نے پیدا کیا تم کو نر اور مادہ سے اور تمہیں خاندان اور قبیلے بنا دیا تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچان سکو۔ بے شک تم میں سے زیادہ عزت والا اللہ کے نزدیک وہ شخص ہے جو تم میں سے زیادہ پرہیزگار ہے ـــــ بیشک اللہ تعالیٰ جاننے والے خبردار ہیں۔ کہا دیہاتیوں نے ہم ایمان لائے آپ فرما دیجئے تم ہرگز ایمان نہیں لائے بلکہ یہ کہو ہم نے اپنا آپ خدا کے حوالے کر دیا۔"

اس وقت اسٹیج سیکرٹری کے فرائض تحریک آزادی کے نامور مجاہد ممتاز ادیب، دانشور اور محقق عالم علامہ حامد الانصاری غازی سرانجام دے رہے تھے۔ تلاوت کے بعد مسلمانوں کی ہندوستان کے لئے خدمات پر چند الفاظ میں تبصرہ فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا۔ مسلمانوں نے ہندوستان کو کیا دیا؟ تاج محل، لال قلعہ، شاہی مسجد، قطب مینار اور اس سے بڑھ کر علم و فکر اور عقیدہ۔ موصوف فرمانے لگے: بلکہ حقیقت یہ ہے کہ اس ملک کی عزت و عظمت اور شان و شوکت مسلمانوں سے ہے مسلمان دنیا میں کہیں بھی ہو کمزور اور ضعیف نہیں ہو سکتا۔ بعد ازاں انہوں نے عالم اسلام کے ممتاز سکالر اور چوٹی کے محقق علامہ السید ابوالحسن علی ندوی مدظلہ کو دعوت سخن دیتے ہوئے ان کی خدمات کا اجمالی خاکہ پیش کرتے ہوئے کہا کہ عقیدہ کی درستگی، اسلامی فکر کی جلاء، علم کی نشر و اشاعت اور جذبۂ جہاد کی بیداری وغیرہ کے لئے حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی کی خدمات محتاج تعارف نہیں اور مسرت در مسرت یہ کہ موصوف بھی اسی بارگاہِ علم کے فیض یافتہ ہیں اور اس وقت ندوۃ العلماء لکھنؤ حضرت کی زیر قیادت بہترین دینی خدمات سرانجام دے رہا ہے۔

✚

علامہ سید ابوالحسن علی ندوی نے خطبۂ مسنونہ کے بعد قرآن پاک کی یہ آیت کریمہ تلاوت فرمائی۔ واذکروا اذ انتم قلیل مستضعفون فی الارض تخافون ان یتخطفکم الناس فآوٰکم۔ اے مسلمانو یاد کرو تم اس وقت کو جب تم تھوڑے سے تھے مغلوب پڑے ہوئے زمین میں۔ ڈرتے تھے تم کہ اچک لے جائیں تمہیں لوگ، پھر ان سے تمہیں ٹھکانہ دیا اور طاقتور کر دیا تمہیں اپنی مدد سے اور روزی دی تمہیں ستھری چیزیں تاکہ تم شکرگزار بن جاؤ۔

انہوں نے ایسے عمدہ اور وسیع پیمانے کی تقریبات پر دارالعلوم کے مہتمم مولانا قاری محمد طیب اور ان کے رفقاء کو مبارکباد دی، اور عرب و پاکستان وغیرہ سے آئے ہوئے دنیا بھر کے علماء و فضلاء کا خیرمقدم کیا۔ فرمانے لگے یہاں لوگوں کو بلانے کا مقصد نہ تو کوئی تماشہ دکھلانا ہے اور نہ ہی اپنے بزرگوں کے کارنامے بیان کرنا واحد مقصد ہے اور نہ ہی خوش آوازی سے اشعار سنانا مطلوب ہے۔ بلکہ اس وقت مسئلہ قیادت کا ہے۔ آج کے دور کے پیچیدہ اور گھمبیر مسائل میں الجھ کر انسانیت کا دامن عصمت تار تار ہوا جا رہا ہے۔ دنیا بھر کے لوگ مادیت کے سراب میں بہے چلے جا رہے ہیں۔ قلبی بے چینیوں نے علیحدہ ڈیرا ڈالا ہوا ہے۔ آج مغربی تہذیب کی چکا چوند ماند پڑ چکی ہے اور وہ کسی ایسے نظام کے متلاشی ہیں جس میں روحانی اطمینان نصیب ہو سکے۔ اور قلب و روح کا اطمینان اسلام کے گوشۂ عافیت میں ہی مل سکتا ہے۔ اس لئے ساری دنیا کی قیادت آپ نے کرنی ہے۔ اپنے آپ کو عالمی قیادت کے لئے تیار کرو کیونکہ سوشلزم، کمیونزم، سرمایہ دارانہ نظام سب کے سب فیل ہو چکے ہیں۔

فرمانے لگے یہ آیت ابھی ابھی ذہن میں آئی ہے یا دوسرے الفاظ میں ہاتف غیب نے یہ آیت پیش کی ہے۔ کوئی بڑے سے بڑا عاجز

فراست اور صاحب حوصلہ اس کا دعوٰی تو چھوڑیئے تصور بھی کر سکتا تھا کہ پوری دنیا میں نہیں، برِ اعظم ایشیا میں نہیں پھر کُل ہند میں نہیں بلکہ ہندوستان کے صوبے یو۔پی کے ایک چھوٹے سے قصبہ میں اتنے لاکھ کو جمع ہو سکیں گے؟ انہوں نے فرمایا کہ آج مکہ معظمہ اور مدینہ طیبہ کے بعد دارالعلوم دیوبند بھی اسلام کا ایک عظیم مرکز ہے۔ یہاں کا فتویٰ تمام دنیا میں چلتا ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ جس طرح خدا نے حضرت ابراہیم خلیل الرحمٰن علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کو فرمایا تھا کہ مکہ مکرمہ میں بیت اللہ شریف کے بارے میں اعلان فرما دیجئے کہ لوگ اس کا حج کرنے کے لئے حاضر ہوں، اعلان کرنا تیرا کام اور لوگوں کو پیدل اور سواریوں پر اس کے طواف کے لئے لانا میرا کام۔ اسی قسم کا ایک ہلکا نقشہ یہاں خدا نے قائم کر کے دکھا دیا کہ ایک طالب علم اور ایک استاد سے شروع ہونے والے مدرسہ کا فیض پورے جہان میں پھیل رہا ہے اور اسی کی برکت ہے آج اس چھوٹی سی بستی میں لاکھوں لوگ جذب و مستی کی حالت میں پروانہ وار جمع ہیں۔ انہوں نے کہا کہ اقوام متحدہ سو بار جمع ہو اور مرے اس کی وہ طاقت نہیں جیسی عظیم طاقت اسلام کے ابدی پیغام میں ہے۔ اسی طرح امریکہ و روس کی عظیم طاقتوں کے پاس وہ کشش مفقود ہے جس کی ایک آواز سے پوری دنیا کے مسلمان جسدِ واحد کی طرح آج یہاں جمع ہو چکے ہیں۔ انہوں نے دارالعلوم کے بانیوں اور عظیم معماروں کو بھی زبردست خراجِ عقیدت پیش کیا۔ اس کے علاوہ انہوں نے اہل عرب سے عربی میں بھی مفصل خطاب فرمایا۔

❖

عربوں اور عالم اسلام میں پاکستان کے بارے میں جو محبت اور عقیدت کے جذبات پائے جاتے ہیں اس کا ہلکا سا اندازہ اس وقت ہوا جب مولانا حامد الانصاری غازی صدرِ پاکستان کا پیغام سنانے کے لئے پاکستانی سفارت خانہ دہلی کے منسٹر جناب افضال محمود کو بلانے لگے تو صدر اجلاس فضیلۃ الدکتور الشیخ عبداللہ الزائد وائس چانسلر مدینہ یونیورسٹی نے خواہش ظاہر کی کہ پاکستانی صدر کے پیغام سنانے والے کا نام میں خود اناؤنس کرنا چاہتا ہوں۔ چنانچہ ان کی خواہش کا احترام کرتے ہوئے انہیں پیغام بر کا نام لینے کا موقع دیا گیا۔ مہر و محبت کے پیکر جناب افضال محمود تشریف لائے۔ ایک تو صدر پاکستان کا مختصر مگر جامع پیغام اور اس پر جناب افضال محمود کے فی البدیہہ انتہائی خوبصورت چند کلمات سونے پر سہاگے کا کام کر گئے۔ اگرچہ اس موقع پر سفیر پاکستان جناب عبدالستار کی عدم موجودگی پر حیرت ہوئی کہ موصوف دن کے ایک لمحہ کے لئے دیوبند تشریف نہ لائے حالانکہ بین الاقوامی اجتماع تھا جس میں ہزاروں پاکستانی بھی شرکت کر رہے تھے۔ بلکہ دہلی میں بھی جب مولانا مفتی محمود اور ان کے رفقاء کے اعزاز میں پاکستانی سفارت خانے میں عشائیہ دیا گیا تو اس وقت بھی میری آنکھیں محترم عبدالستار صاحب کو تلاش کرتی رہیں لیکن بے سود۔ رموزِ مملکت خویش خسرواں دانند

بہرحال جناب افضال محمود نے جیسی خوبصورت نمائندگی کی وہ انہیں کا حق تھا۔ موصوف نے سفیر صاحب کی کمی کو کبھی بالکل محسوس نہیں ہونے دیا۔ بہرحال افضال محمود نے فرمایا کہ میں صرف اتنا کہنا چاہتا ہوں کہ آج سے ایک سو ستر برس قبل انار کے درخت کے نیچے جو روحانی بیج بویا گیا تھا وہ آج تناور درخت بن چکا ہے اور اس کے علم و روحانیت کا سایہ چار دانگ عالم میں پھیل چکا ہے۔ انہوں نے تراشہ دارالعلوم کو سراہتے ہوئے فرمایا کہ مجھے تراشہ دارالعلوم سننے کا موقع ملا جس میں جامعہ کی تاریخ اور خدمات کو بڑے خوبصورت الفاظ کا جامہ پہنایا گیا ہے۔

انہوں نے مزید فرمایا کہ پاک و ہند تعلقات میں بہتری کی جو صورت دارالعلوم کی صد سالہ تقریبات کے ذریعہ میسر آسکتی ہے کرکٹ ٹیموں کے دوروں سے اس کا عشر عشیر بھی حاصل نہیں ہو سکتا۔ انہوں نے اس یقین کا اظہار کیا کہ دارالعلوم کے طفیل پاکستان اور ہندوستان میں محبت کی یہ خوشبو پھیلتی پھولتی رہے گی۔

صدر پاکستان جنرل محمد ضیاء الحق

چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر پاکستان

کا پیغام

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

جامعہ اسلامیہ دارالعلوم دیوبند کی صد سالہ تقریبات کے پُر مسرت موقع پر دارالعلوم کے رئیس (قاری طیب مدظلہ) اور ان کے رفقائے کار کو مبارکباد اور تہنیت کا پیغام بھیجنے میں میں خوشی محسوس کر رہا ہوں —

بلاشبہ دارالعلوم دیوبند برصغیر پاک و ہند کی عظیم اسلامی درسگاہ ہے۔ اکابر دیوبند نے اپنی بے لوث اور پُرخلوص خدمت اسلام کے ذریعے جہاں اسلامی درثے کی حفاظت اور عظمت اسلام کے احیاء کے لئے نمایاں کام کیا وہاں اسلام کی پاکیزہ اور سچی تعلیمات میں جو غیر اسلامی عقائد رخنہ انداز ہونے لگے تھے ان کے خلاف جہادِ مسلسل کو دارالعلوم دیوبند نے آگے بڑھایا؛ اور زندگی کے دوسرے بہت سے شعبوں میں بھی دارالعلوم دیوبند کی خدمات کی فہرست طویل ہے۔ مجھے یقین واثق ہے کہ دارالعلوم دیوبند اپنی درخشاں روایات کو برقرار رکھے گا اور اس خطے کے مسلمانوں ہی کو نہیں بلکہ دنیا بھر کے مسلمانوں کو اسلامی تعلیمات سے بہرہ ور کرانے کا کام جاری رکھے گا۔ اسلام نے دنیا کو ایسا درخشاں دینی ورثہ عطا کیا ہے جو انسانیت کو موجودہ اخلاقی بحران اور روحانی انحطاط سے بچانے کی راہ نجات ہے۔"

صد سالہ تقریبات دیوبند کے باقی حالات اگلے شمارہ میں ملاحظہ فرمایئے

اللہ والوں کی دنیا — حافظ ارشاد احمد دیوبندی

سیدنا حضرت سعد بن معاذ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ

اهتز العرش لموت سعد بن معاذؓ — حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

سیدنا حضرت سعد بن معاذ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک جلیل القدر اور عظیم المرتبت صحابی تھے۔ آپؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت سے قبل ہی حلقہ بگوش اسلام ہو چکے تھے۔ منقول ہے کہ حضرت اسعد بن زرارہ انصاریؓ کی درخواست پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے (جو کہ ابھی مکہ مکرمہ میں مقیم تھے) دین کی تبلیغ کے لئے حضرت مصعب بن عمیرؓ کو یثرب (مدینہ طیبہ) روانہ فرمایا تو ایک روز حسب پروگرام حضرت اسعد بن زرارہؓ حضرت مصعبؓ کو ساتھ لے کر بنی ظفر اور بنو عبدالاشہل کے محلوں کا تبلیغی دورہ فرما رہے تھے۔ یہ دونوں قبیلے "اوس" کے گھرانے سے تعلق رکھتے تھے۔ جب ابھی یہ دونوں مبلغ اسلام پہنچے تو اکثریت مسلمانوں کی وہاں موجود تھی۔ ان دنوں قبیلہ عبدالاشہل کے سردار حضرت سعد بن معاذؓ کو بھی کسی نے آ کر بتایا کہ مسلمان ہمارے آدمیوں کو بہکا رہے ہیں۔ حضرت سعدؓ یہ سن کر بہت غصہ ہوئے اور غضبناک ہو کر اس طرف دوڑے۔ جب موقع پر پہنچے تو دیکھا اسعد بن زرارہؓ بھی موجود تھے تو رک گئے وہ اس لئے کہ حضرت اسعدؓ آپؓ کے خالہ زاد بھائی تھے۔ واپس آ گئے مگر غصہ کی یہ حالت تھی کہ آپؓ نے ایک آدمی کو بھیجا کہ ان لوگوں کو روک دو کہ وہ ہمارے محلوں میں آنا چھوڑ دیں ورنہ ہم سخت مزاحمت کریں گے۔ جن صاحب کو روانہ کیا تھا اس کا نام غالباً اسید بن ضمیرؓ تھا اور وہ بھی اسی قبیلہ کا سردار تھا۔ جب وہ اس تبلیغی اجتماع میں پہنچا تو بہت بپھرا ہوا تھا۔ اس نے پہنچتے ہی ان مبلغین اسلام کو بہت سخت سست کہا، مگر حضرت اسعدؓ نے حضرت مبلغ اسلام مصعبؓ کو فرمایا کہ یہ اپنے قبیلے کے سردار ہیں، اس کے سامنے اللہ تعالیٰ کے دین کو اس کے فرمان مقدس "ارفع بالتی ھی احسن" کے مطابق پہنچائیں۔ حضرت مبلغ اسلام مصعب بن عمیرؓ نے فرمایا کہ بھائی آیئے ہماری باتیں سنیئے۔ اگر آپ کا دل گواہی دے کہ ہم حق کی تبلیغ کر رہے ہیں تو ہمارا ساتھ دیجیئے ورنہ ہم آپ حضرات کے محلوں سے فوراً نکل جائیں گے۔ ایسے مشکل وقت میں اللہ تعالیٰ سے دعا کر کے حضرت مصعبؓ نے نہایت دلنشیں انداز میں اسلام کے اصول بیان کیے اور پھر قرآن کریم کی چند آیات تلاوت کر کے اس کا حقیقی مفہوم بہت نرم لفظوں میں بیان کیا تو حضرت اسیدؓ جو سخت برہم تھے فوراً پکار اٹھے:

"یہ کیا ہی اچھا دین ہے اور کیا ہی عمدہ نصیحت لے کر آیا ہے اور کتنا ہی احسن کلام ہے" اور فوراً دریافت کیا کہ "تم لوگ اس سچے دین میں داخل ہو کر کیا کرتے ہو؟"

حضرت اول مبلغ اسلام نے فرمایا کہ آپ غسل کر کے کپڑے تبدیل کر کے تشریف لائیں تو ہم سب کچھ آپ کو بتائے دیتے ہیں"۔

چنانچہ وہ فوراً غسل کر کے نئے کپڑے زیب تن کر کے تشریف لے آئے۔ ان کو کلمہ طیبہ اور کلمہ شہادت پڑھایا اور حلقۂ اسلام میں داخل کر لیا گیا۔ پھر اسلام کی برکات اس کے سامنے بیان کی گئیں اور دو رکعت نماز ادا کرائی گئی۔ اس طرح حضرت سعد بن معاذؓ کے سفیر نے اسلام کی سعادت سے مشرف ہونے کے بعد مبلغ اسلام حضرت مصعب بن عمیرؓ سے کہا کہ ہمارا ایک سردار ہے جس کا نام حضرت سعد بن معاذؓ ہے، اگر وہ ہمارے اس سچے اسلام میں داخل ہو جائے تو ہمارا پورا قبیلہ مسلمان ہو جائے گا، اس لئے کہ کوئی آدمی ایسا نہیں جو اس کی بات کو ٹھکرا سکے۔ پھر

اسلام کی سچی بے تاب تڑپ لے کر وہ حضرت سعد بن معاذ رضؓ کی خدمت میں پہنچے تو اس کے چہرے سے اسلام کے نورانی آثار واضح دکھائی دیتے تھے اور محفل میں آتے ہی فرمایا:

"سعدؓ! میں نے ان دونوں سے باتیں کی ہیں، کوئی خطرے کی بات نہیں ہے، مگر مجھے جو خطرناک بات معلوم ہوئی ہے وہ یہ ہے کہ آپ کے خالہ زاد بھائی حضرت اسعد بن زرارہؓ کو لوگ قتل کرنے کی تیاریاں کر رہے ہیں۔ یہ آپؓ کی بھی تذلیل کے مترادف ہے"۔

یہ سن کر حضرت سعد بن معاذؓ سخت مشتعل ہو گئے اور غصہ سے کانپتے ہوئے فرمایا: اے اُسیدؓ! جو کام میں نے تیرے ذمہ لگایا تھا وہ تو تم نے کیا ہی نہیں، ہاں ایک نئی مصیبت لے کر آ گئے ہو" اور فوراً اس تبلیغی اجتماع میں پہنچے۔ حضرت اسعدؓ نے دیکھ کر مبلغ اسلام کو خبردار کیا کہ ذرا ہوشیار ہو جائیے، اپنی قوم کا بہت بڑا ہوشیار سردار آ رہا ہے۔ حضرت سعدؓ نے پہنچ کر دیکھا تو اسعدؓ اور مصعبؓ دونوں خدمت اسلام میں معروف ہیں۔ آپ نے غصہ سے کہا کہ بھائی (حضرت اسعدؓ) اگر تم موجود نہ ہوتے تو یہ حرکت ہمارے محلوں میں کوئی نہیں کر سکتا۔ اب بھی یہ زبردستی کی تبلیغ چھوڑ کر یہاں سے چلے جائیے۔ حضرت اسعدؓ بھی اپنی قوم کے سردار تھے وہ بھی اسی لہجے میں ان باتوں کا جواب دے سکتے تھے، مگر یہ گرم گرم باتیں سن کر صرف مسکرا دیے اور حضرت مصعب بن عمیرؓ نے فرمایا کہ بھائی! آپؓ تھوڑی سی تکلیف گوارہ کر کے ہماری باتیں سن لیجئے، اگر پسند آئیں تو ٹھیک ورنہ ٹھکرا دینا ہم ابھی ابھی آپ کے ان محلوں کو خالی کر دیں گے۔ حضرت سعدؓ کی قسمت اچھی تھی فرمایا یہ بات تم نے اصول کے مطابق فرمائی ہے اور پھر نیزہ گاڑ کر حضرت مصعبؓ کے آگے بیٹھ گئے۔ حضرت مبلغ اسلام نے آپ کے سامنے اسلام کی خوبیاں بیان کیں اور قرآن کریم کی آیات پڑھنے لگے۔ منقول ہے کہ قرآن کریم سنتے ہی آنکھوں سے آنسو رواں ہو گئے اور وہیں کہا کہ اسلام میں داخل ہونے کے احکامات کیا ہیں؟ آپؓ کو غسل اور پاک کپڑے تبدیل کرنے کی تلقین کی گئی۔ جب وہ غسل وغیرہ کے بعد تشریف لے آئے تو آپ کو بھی قاعدہ کے مطابق کلمہ طیبہ اور کلمہ شہادت پڑھوایا اور پھر دو رکعت نماز بھی ادا کرائی گئی۔ اب نیزہ اٹھا کر حضرت سعدؓ اپنے قبیلے کی طرف لوٹے تو حقیقی معنوں میں وہ سعد ہی تھے۔ آپ کا چہرہ صاف بتا رہا تھا کہ سعدؓ اسلام کا شکار ہو چکا ہے۔ اب آپؓ نے اپنے پورے قبیلے بنو عبد الاشہل کو بلایا اور دریافت کیا کہ میں تمہاری نظروں میں کیسا ہوں؟ سب نے آپ کی سعید فطرت کی تعریف کی اور کہا کہ آپ ہمارے سردار ہیں اور بھی آپ کی خوبیوں کو سراہتے ہوئے آپ کی بہت سی عمدہ باتوں کا ذکر کیا تو آپؓ نے بھرائی ہوئی آواز میں فرمایا:

"سن لو اب میرے نزدیک تمہارے مردوں اور عورتوں کے ساتھ اس وقت تک بات کرنا حرام ہے جب تک تم سب کے سب ابھی ابھی مسلمان نہ ہو جاؤ" تو صرف چند نفوس کو چھوڑ کر سب کے سب بنو عبد الاشہل فوراً مسلمان ہو گئے تو یہ پوری فضا نعرۂ تکبیر اللہ اکبر سے گونج گئی۔ قبولیت اسلام کے بعد حضرت سعد بن معاذؓ نے اپنے خالہ زاد بھائی حضرت ابن زرارہؓ اور مصعبؓ کے ساتھ شامل ہو کر بقیہ عمر اسلام کے لئے وقف کر دی حتیٰ کہ حضرت سعد بن معاذؓ کی شخصیت زبان دانی اور حکیمانہ گفتگو سے اسلام یثرب کے گلی کوچوں میں پھیلنے لگا۔

مبلغ اسلام
حضرت مصعب بن عمیرؓ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے قبل مدینہ طیبہ میں اسلام کے داعی حضرت مصعب بن عمیرؓ رہے اور مدینہ طیبہ کے قبیلوں کے اکثر سرداروں نے بھی آپ کے ذریعہ اسلام کی نعمت عظمیٰ حاصل کی اور ہمارے ممدوح حضرت سعد بن معاذؓ نے بھی اسی مرد مجاہد کے عظیم الشان کارناموں کے باعث اسلام قبول فرمایا، اس لئے بہت مختصر لفظوں میں حضرت مصعبؓ کا تذکرہ اور مختصر تاریخ حاضر خدمت ہے۔ منقول ہے کہ آپ بہت بڑا امیر گھرانے کے فرزند تھے اور والدین کے بڑے محبوب لڑکے تھے۔ آپؓ کے والد ماجد آپ کے لئے دو سو درہم کا جوڑا خرید کر کے آپ کو مہیا کرتے تھے۔ غرضیکہ آپؓ نے خوراک اور لباس دونوں میں بڑے ناز و نعمت میں پرورش پائی تھی، مگر جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نبوت کا اعلان فرمایا اور اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کی دعوت دی تو ابتدائی ایام ہی میں حضرت مصعبؓ نے والدین سے چوری چھپے اسلام قبول فرما لیا۔ گھر والوں کو علم ہوا تو انہوں نے جوابی کارروائی کر کے آپ کو زنجیروں سے باندھ ڈالا۔ کافی تکالیف دی گئیں۔ ایک دن موقع پا کر بھاگ گئے اور مسلمانوں کے ساتھ حبشہ کی ہجرت میں شامل ہو کر حبشہ پہنچ گئے۔ وہاں سے واپس ہوئے اور حضرت نبی کریم علیہ السلام کے فرمان کے تحت تشریف لے گئے۔ اسلام کی دعوت کے لئے بہت کام کیا۔ فقر کی زندگی بسر کی اور ایسی تنگی کی حالت تھی کہ ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ آپ کے پاس صرف ایک چادر تھی۔ اس کو کئی پیوند لگے ہوئے تھے اور ایک جگہ سے بجائے کپڑے کے چمڑے کا پیوند لگا ہوا تھا۔ آنحضرت علیہ السلام نے آپ کی پہلی امیرانہ اور ٹھاٹھ والی زندگی بھی دیکھی تھی اب آپ نے اس کا تذکرہ کیا اور اس سے موجودہ حالت کا تجزیہ کیا تو آپ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ غزوۂ احد میں مہاجرین کا علم بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں کو عطا فرمایا تھا۔ جب مسلمانوں کی ایک غلطی کی وجہ سے انہیں پریشانی کا سامنا کرنا پڑا تو حضرت مصعبؓ ایسی حالت میں بھی جم کر لڑتے رہے۔ ایک کافر نے تلوار کا وار کر کے آپ کے ہاتھ کو شہید کر ڈالا تو آپ نے دوسرے ہاتھ میں جھنڈا اٹھا لیا۔ اس کافر

نے دوسرا ہاتھ بھی کاٹ ڈالا تو آپؓ نے دونوں بازوؤں کے درمیان اس اسلامی پرچم کو لہرائے رکھا۔ اس کے بعد اس کافر نے ایک تیر مارا۔ آپؓ شہید ہو گئے تو پرچم اسلامی ایک دوسرے صحابیؓ نے سنبھال کر اٹھا لیا۔ دفن کرتے وقت کفن کا پورا کپڑا بھی میسر نہ ہو سکا، اس لئے پاؤں کی طرف ایک درخت کے پتے ڈالے گئے۔ واقعی ان لوگوں کے مراتب بہت ہی بلند ہیں۔ اگر ان کے اعلیٰ مراتب کو کوئی تسلیم نہیں کرتا تو یہ اس کی شقاوت ہے۔ رضی اللہ عنہم

حضرت سعد بن معاذؓ کا جذبۂ اسلام

جب حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ طیبہ تشریف لائے تو حضرت سعدؓ نے بڑی خوشیاں منائیں۔ مہاجرین صحابہ کرامؓ کی خدمات اور معاونت میں سب سے بڑھ کر کام کیا۔ صبح ہوتے ہی آنحضرت علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو کر مہاجرین صحابہ کرامؓ کی مشکلات اور مسائل دریافت فرماتے اور ان کو حل کر کے قلبی خوشی محسوس فرماتے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوعبیدہ بن الجراحؓ مشہور عشرہ مبشرہ صحابیؓ اور اسلام کے جرنیل کو حضرت سعدؓ کا بھائی بنا دیا تھا تو آپؓ نے اس جلیل القدر صحابیؓ کی بھی بڑی خدمت کی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمودات کے دیوانے تھے اور آپ علیہ السلام کے فرمودات پر پختہ ایمان تھا۔ منقول ہے کہ ایک بار آپؓ طواف کی غرض سے مکہ مکرمہ تشریف لے گئے۔ مکہ کے رئیس "امیہ بن خلف" سے بہت قدیمی تعلقات تھے۔ اس کے ہاں مہمان تھے۔ جب طواف کرنے کو نکلے تو ابوجہل سے مڈبھیڑ ہو گئی۔ ابوجہل نے امیہ کو ڈانٹا کہ تم نے مسلمانوں کو کیوں پناہ دے رکھی ہے ــــ؟

حضرت سعدؓ نے گرج کر فرمایا کہ اگر ابھی یہی "امیہ" میرے ساتھ نہ ہوتے تو میں تیری ہڈیاں تک توڑ دیتا۔

ابوجہل اس کے جواب میں بہت بکتا چلا گیا، تو ابو سعدؓ کی اسلامی غیرت کو جوش آیا اور کڑک کر بولے کہ ذرا رک کر تو دیکھو میں تمہارا مدینہ کے آنے جانے کا راستہ تک بھی بند کرا دوں گا۔ بات بہت بڑھ گئی تو امیہ نے بھی ابوجہل کی طرف سے جواب دیا کہ:

سعدؓ! تم نہیں جانتے کہ یہ کون ہے؟ یہ ابوالحکم ہیں، نرم لہجے میں ان کے ساتھ بات کرو۔ حضرت سعدؓ نے امیہ کو بھی ترکی بہ ترکی جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ جاؤ میں نے خود اپنے آقا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ امیہ کو عنقریب کوئی مظلوم مسلمان قتل کر ڈالے گا۔

امیہ یہ سن کر سخت سراسیمہ ہو کر کانپنے لگا تو ۲ھ غزوۂ بدر میں حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے خود اپنی آنکھوں سے ملاحظہ فرمایا کہ غزوۂ بدر کی فتح کے بعد حضرت بلال بن ابی رباحؓ نے مسلمانوں کو پکار کر کہا کہ مشرکین کا سردار امیہ بچ کر نہ جائے۔ یہ سن کر مسلمان پلٹے اور اس کے جسم کے پرخچے اڑ گئے۔

حضرت سعدؓ کے ایک رشتہ دار کی عجیب شہادت

منقول ہے کہ حضرت سیدنا سعد بن معاذؓ کے قبیلہ کے ایک فرد جس نے ابھی تک اسلام قبول نہیں کیا تھا۔ غالباً عمرو اس کا نام یا لقب تھا۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ احد میں تشریف فرما تھے۔ یہ مذکورہ شخص جب گھر آیا، دیکھا کہ سارا مدینہ ویران اور سنسان پڑا ہے۔ اکا دکا آدمی نظر آتا ہے۔ دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ غزوۂ احد میں سب مسلمان مقابل چلے گئے ہیں۔ اس کو خیال آیا کیوں نہ میں بھی حلقۂ اسلام میں داخل ہو جاؤں۔ چنانچہ حربی لباس، زرہ بکتر اور خود جو اس زمانہ کے لئے لازمی لباس تھا زیب تن کیا اور احد پہنچ گیا۔ نبی کریم علیہ السلام کو تلاش کیا ملا اور عرض کیا کہ:

"یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں نے ابھی تک ایک رکعت نماز بھی ادا نہیں کی۔ ایک روزہ تک نہیں رکھا۔ برائے نام زکوٰۃ اور صدقات فی سبیل اللہ نہیں دی مگر یہ فرمایئے کہ اگر میں شہید ہو جاؤں تو کیا ہو گا؟

نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ اسلام پہلے کے تمام گناہوں کو محو کر ڈالتا ہے، اللہ تعالیٰ غفور الرحیم ہے۔ یہ سنتے ہی کلمۂ طیبہ اور کلمۂ شہادت پڑھا۔ پھر تلوار لے کر میدان میں ڈٹ کر لڑنے لگا اور اپنے ایمان کا بھی ساتھ ساتھ اعلان کر رہا تھا۔ کافروں کی قطاروں میں بڑی بہادری سے لڑا، کفار کے چھکے چھڑا دیئے۔ آخر شدید زخمی ہو گیا اور گر گیا۔ زخمی حالت میں گھر لایا گیا اور فوت ہو گیا۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپؓ کی وفات کی خبر سنی تشریف لے گئے۔ اسے دیکھا تو فرمایا یہ ایسا شخص ہے کہ عمل قلیلاً واجراً کثیراً، یعنی اس نے عمل تو تھوڑا کیا مگر اجر بہت پایا۔ اس کے واقعات بعد میں صحابہ کرامؓ بھی بیان کیا کرتے تھے کہ وہ کیسا خوش قسمت آدمی تھا کہ ایک وقت کی نماز بھی ادا نہیں کی مگر جنت کا مستحق ہو گیا۔

انصار کا ایثار

انصار صحابہ کرامؓ نے اسلام اور اپنے مہاجرین بھائیوں کی جس قدر بے لوث اور خالص رضائے الٰہی کے لئے خدمات انجام دی ہیں اس کی مثال عالم کائنات کے کسی دور میں نہیں ملتی۔ حضرت انسؓ کی روایت سے منقول ہے کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ جب مدینہ تشریف لائے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی حضرت سعد بن ربیع انصاریؓ سے بھائی بندی کر دی، تو حضرت سعد بن ربیع انصاریؓ نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف سے کہا کہ اے میرے بھائی میں مدینہ طیبہ میں سب سے زیادہ مالدار ہوں اور میں بڑی خوشی سے آدھا مال آپ کو دیتا ہوں اور میری دو بیویاں ہیں۔ آپ کو ان دو

میں سے جو پسند آئے مجھے بتلا دیجئے۔ میں اس کو طلاق دے دیتا ہوں۔ مدت کے بعد آپ اس سے نکاح کر لیں۔ حضرت عبدالرحمن بن عوف نے کہا کہ میں دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ تم کو اپنے اہل و مال میں برکت دے۔ مجھے تم بازار کا راستہ دکھا دو۔ جب آپؓ کو بازار دکھا دیا گیا تو آپؓ نے تجارت شروع کر دی۔ انہیں بہت نفع ہوا۔ ایک بار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبدالرحمن بن عوف کے کپڑوں پر زعفران کے دھبے دیکھ کر دریافت فرمایا: اے عبدالرحمن یہ کیا ہے؟

حضرت ابن عوفؓ نے فرمایا: حضرت علیہ السلام میں نے شادی کر لی ہے۔

نیز بخاری شریف میں حضرت ابوہریرہ کی روایت سے مرقوم ہے کہ حضرات انصار نے حضور علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ ہمارے کھجور کے باغات ہمارے اور ہمارے مہاجرین بھائیوں میں تقسیم فرما دیجئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں۔ انصارؓ نے کہا پھر جس طرح آپؐ مناسب سمجھیں۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ کیا تم اس طرح کرو گے کہ باغات میں ساری محنت وغیرہ تم کرو اور پھلوں میں مہاجرین کو بھی شریک کر لو تو سب انصارؓ نے متفق اللسان ہو کر کہا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم نے سُن لیا ہم اسی طرح کریں گے۔

حضرت جابرؓ کی روایت ہے کہ انصار جب کھجوریں توڑ لیتے تو ہر انصاری اس کے دو حصے کرتا جن میں سے ایک حصہ کم ہوتا اور کم والے حصہ میں کھجوروں کی شاخیں ملا دیتے پھر مہاجرین کو کہتے کہ تم جو چاہو وہ حصہ چن لو تو اس طرح مہاجرین کے پاس بڑی ڈھیری ہوتی اور انصار کے پاس چھوٹی ڈھیری۔ حتیٰ کہ یہ سلسلہ فتح خیبر تک اسی طرح چلتا رہا۔ اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم نے اپنے اس حق کو جو ہمارا تمہارے اوپر تھا پورا کر دیا ہے۔ اگر آپ لوگ چاہیں تو ہم تمہارا حصہ خیبر میں دے کر تمہیں خوش کر دیں اور چاہو تو اپنے پھل لے لو۔ انصار نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کچھ آپؐ کی ہمارے اوپر شرطیں تھیں اور ہماری بھی صرف ایک شرط تھی وہ یہ کہ ہمارے لئے اس خدمت کے عوض قیامت میں جنت ہے۔ آپ علیہ السلام نے جو کچھ فرمایا ہم نے وہ کر کے دکھایا اس لئے ہماری شرط کی چیز ہم کو ملے۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا بے شک جنت الفردوس تمہارے لئے ہے۔ غرضیکہ مہاجرین صحابہ کرامؓ کو جو آسانیاں انصارؓ نے پہنچائی ہیں ان کی نظیر ملنا ناممکن ہے۔

وفات سعد بن معاذؓ

غزوۂ خندق جو ۵ھ میں لڑی گئی یہ بھی ایک سخت جنگ تھی۔ یہود نے بھی بدعہدی کر کے مشرکین مکہ کا ساتھ دیا۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سعد بن معاذؓ کو وعدہ کی یاد دہانی کے لئے روانہ فرمایا مگر ان یہود نے کوئی بات نہ مانی۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس بدعہدی سے بہت صدمہ ہوا۔ جب یہود اور مشرکین نے حملہ کی سب کوششیں داؤ پر لگا دیں تو حضرت نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا کہ مدینے کے نخلستان کی تہائی دے کر صلح کر لی جائے اور مسلمانوں کو اس حصار سے نجات مل سکے۔

حضرت سعد بن معاذؓ نے کہا:

یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اگر یہ بذریعہ وحی آپ کو حکم دیا گیا ہے تو ہم ہر حالت میں راضی ہیں، اگر بحیثیت شفقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارادہ ہے تو حکم کی تعمیل کے لئے تیار ہیں، ویسے جب ہم کافر و مشرک تھے، بتوں کو پوجتے تھے اللہ عزوجل کو نہ جانتے تھے اس وقت بھی ہم ان کو کچھ نہ دیتے تھے، اب اسلام کی لازوال محبت سے ہم سرشار ہیں تو اپنا مال ان کو کیوں دیدیں؟

حالانکہ یہ صلح نامہ لکھا جا چکا تھا مگر حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت سعدؓ کے قول کا ایسا پاس تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سعدؓ سے فرمایا کہ لو اس صلحنامہ کی عبارت کو مٹا ڈالو۔ اس طرح دو ہفتے گذر گئے مگر دست بدست لڑائی اور مقابلے کی نوبت نہ آئی۔ بالآخر قریش کا بہت بڑا پہلوان عمرو بن عبدود میدان میں کود پڑا۔ اس کو اپنی قوت پر بڑا ناز تھا جس کا سارا غرور حضرت علی المرتضیٰ شیر خداؓ نے خاک و خون میں ملا کر اسے واصل جہنم کر ڈالا۔ اس کے بعد نوفل بن عبداللہ شقی ازلی خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کے ارادہ سے نکلا جو گر پڑا اور اس کی گردن ٹوٹ گئی۔ مشرکین نے کہا کہ دس ہزار روپیہ لے کر اس کی نعش ہمارے حوالے کر دو مگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہم اس خبیث اور ناپاک کی دیت نہیں کھاتے خدا کی لعنت ہو اس پر اور بغیر کسی معاوضہ کے اس کی لاش مشرکین کے حوالے کر دی گئی۔ اس کے بعد حضرت سعد بن معاذؓ کی شہ رگ پر ایک تیر لگا اور خون کا فوارہ جاری ہو گیا تو حضرت سعدؓ نے یہ دعا مانگی:

"اے اللہ عزوجل اگر تو نے قریش کی لڑائی باقی رکھنی ہے تو مجھ کو بھی ان کے ساتھ لڑنے کے لئے باقی رکھ، اس لئے کہ مجھ کو اس سے زیادہ کوئی محبوب اور پیاری چیز نہیں کہ میں اس قوم سے جہاد کروں کہ جس نے تیرے رسولؐ کو ایذائیں دیں اور اس سچے رسول کو جھٹلایا اور اس مقدس رسول کو حرم امن سے نکالا۔ اور اے اللہ عزوجل اگر تو نے ہمارے اور ان قریش کے درمیان لڑائی کو ختم کر دیا ہے تو اس زخم کو میرے لئے شہادت کا ذریعہ بنا دے اور اس وقت تک مجھ کو موت نہ دے جب تک کہ بنی قریظہ کی ذلت و رسوائی

سے میری آنکھیں ٹھنڈی نہ ہو جائیں"
(سیرت المصطفےٰ)

اس کے بعد یہ لڑائی ایسی سخت ہوئی کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی چار نمازیں بھی قضا ہو گئیں اس جنگ میں متعدد یادگاروں میں سے حضرت بی بی صفیہ جو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی تھیں عبد المطلب کی بیٹی، حضرت حمزہ و عباس کی ہمشیرہ بھی... نے یہودیوں کی سازش کو ملاحظہ کر کے ان کے ایک سی آئی ڈی کے آدمی کو ایک لکڑی سے مار ڈالا اور پھر اس کی گردن کاٹ کر یہودیوں کے خیمے میں پھینک دی۔ بالآخر خدا کے فضل و کرم سے یہودیوں اور مشرکین میں پھوٹ پڑ گئی اور اس طرح قریش بدحواس ہو کر بھاگ کھڑے ہوئے اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا نے اثر دکھایا اور یہ مصیبت ٹل گئی۔ اس غزوہ میں قریش کے تین سردار ہلاک ہوئے اور مسلمانوں کے چھ آدمی شہید ہوئے۔ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ بھی ان چھ میں سے ایک ہیں۔

غزوۂ خندق کے فوراً بعد بنی قریظہ کو بدعہدی کا مزہ چکھانے کے لئے ان کا محاصرہ کیا گیا۔ بالآخر تنگ آ کر انہوں نے حضرت سعد بن معاذ رض کو اپنا حکم تسلیم کر لیا۔ حضرت سعد رض زخمی تھے اور مسجد نبوی کے اندر خود آنحضرت علیہ السلام نے ان کا خیمہ لگوا رکھا تھا تاکہ بوقت عیادت ہو سکے۔ انکو بلانے کے لئے ایک آدمی گیا تو آپ گدھے پر سوار ہو کر تشریف لائے حالانکہ سخت تکلیف تھی۔ جب آپ رض قریب پہنچے تو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

قوموا الی سیدکم۔ اپنے سردار کی تعظیم کے لئے اٹھو یا اس لئے فرمایا کہ اپنے سردار کو اتارنے کے لئے اٹھو کیونکہ حضرت سعد رض سخت بیمار تھے۔ آپ رض جب اتار کر بٹھلا دیئے گئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ان یہودیوں نے اپنا فیصلہ تیرے سپرد کر دیا ہے۔ حضرت سعد رض نے فرمایا میں ان کی بابت یہ فیصلہ کرتا ہوں کہ ان میں سے لڑنے والے یعنی (مرد) قتل کئے جائیں۔ عورتوں اور بچوں کو لونڈی اور غلام بنا لیا جائے اور ان کا تمام مال مسلمانوں میں تقسیم کر دیا جائے۔"

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بے شک تو نے اللہ تعالٰی کے حکم کے مطابق فیصلہ کیا ہے۔ بعد ازاں حضرت سعد بن معاذ رض نے یہ دعا مانگی:

"اے اللہ! تجھ کو خوب معلوم ہے کہ مجھ کو اس سے زیادہ کوئی محبوب چیز نہیں کہ اس قوم سے جہاد کروں جس قوم نے تیرے رسول کو جھٹلایا اور حرم سے اس کو نکالا۔ اے اللہ میں گمان کرتا ہوں کہ تو نے ہمارے اور ان قریش کے مابین لڑائی کو ختم کر دیا ہے۔ پس اگر قریش سے لڑنا باقی ہے تو مجھ کو زندہ رکھ تاکہ تیری راہ میں ان سے جہاد کروں۔ اور تو نے اگر لڑائی کو ختم کر دیا ہے تو اس زخم کو جاری کر دے اور اس کو میری شہادت کا ذریعہ بنا دے۔ دعا کا ختم کرنا تھا کہ زخم جاری ہو گیا اور اسی میں وفات پائی۔

(بخاری شریف)

حضرت جابر سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت نبی کریم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ حضرت سعد بن معاذ رض کی موت سے اللہ تعالیٰ کا عرش ہل گیا ہے

(بخاری)

اور ایک روایت میں ہے کہ آسمان کے تمام دروازے حضرت سعد رض کے لئے کھول دیئے گئے اور آسمانوں کے ملائکہ ان کی روح کے چڑھنے سے مسرور ہوئے۔

(فتح الباری)

نیز ستر ہزار فرشتے آپ کے جنازے میں شریک ہوئے جو اس سے قبل آسمان سے نازل نہیں ہوئے تھے۔

(ترمذی شریف)

چنانچہ انصار میں سے کسی کا ایک شعر آپ کے بارے میں بہت ہی مشہور ہے

وما اھتز عرش اللہ من موت ہالک
سمعنا بہ الا لسعد ابی عمرو

ہم نے سوائے سعد بن معاذ کے اور کسی مرنے والے کے لئے کبھی نہیں سنا کہ عرش خداوندی اس کے مرنے سے ہل گیا ہو۔ نیز آپ رض کی قبر سے مشک کی خوشبو آتی رہی۔

> ستر ہزار فرشتے آپ رض کے جنازے میں شریک ہوئے جو اس سے قبل آسمان سے نازل نہیں ہوئے تھے۔

حضرت عائشہ رض سے روایت ہے کہ حضرت سعد رض کی موت سے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کبار رض رو رہے تھے جن میں سے میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت صدیق اکبر رض اور حضرت فاروق اعظم رض کے رونے کی آواز کو پہچان رہی تھی رضی اللہ عنہ۔

ادارہ ترجمان اسلام کے چیف رپورٹر
جناب راؤ منور احمد خاں
صوبہ سندھ، بلوچستان
کے دورہ پر ہیں۔
(ادارہ)

حافظ محمد اسحٰق کشمیری

جہاد آزادی کشمیر کے جلیل القدر مجاہد

غازی اوّل حضرت مولانا محمد بخش رحمۃ اللہ علیہ

" مجاہد اور غازی و شہید کا عمل خدا کے سامنے ہے، اجر بھی اللہ کے پاس ہے اور بس۔ البتہ تاریخ لکھی جائے تو وہ حرف بحرف صحیح ہو۔"

بیشک یہی الفاظ جہاد آزادی کشمیر ۱۹۴۷ء کے جلیل القدر مجاہد اور غازی اوّل حضرت مولانا محمد بخش صاحب مرحوم کے جنہوں نے ڈوگرہ فوج پر سب سے پہلا فائر کیا اور ایک ڈوگرہ سپاہی کو واصل جہنم کر کے جہاد آزادی کشمیر کے غازی اوّل ہونے کا شرف حاصل کیا۔ قوموں کی تاریخ میں ایسے لوگ زندگی میں انعام و اکرام کے مستحق قرار پاتے ہیں اور مرنے کے بعد انہیں تاریخ میں سنہری حروف سے یاد کیا جاتا ہے۔ ان کے نام پر قومی یادگاریں قائم کی جاتی ہیں۔ ان کے سوانح و افکار کو آنے والی نسلوں کے لیے محفوظ رکھا جاتا ہے۔ ان کے کارناموں کو لوگوں کے سامنے پیش کیا جاتا ہے اور ایسی شخصیتوں کی زندگی کا دنیا کے سامنے پیش کیا جانا محض اس لئے ضروری نہیں کہ وہ زندہ رہیں بلکہ اس لئے کہ ان کی زندگی بخش نصب العین سے قومیں زندہ رہیں۔ مولانا مرحوم جب تک زندہ تھے تو تمام قومی انعامات اور اعزازات سے بے نیاز ہو کر گوشۂ گمنامی میں ساری زندگی بسر کرتے رہے۔ لیکن کچھ عرصہ قبل جب آزاد کشمیر کے ایک ممتاز لیڈر کو مجاہد اوّل کے لقب سے یاد کیا جانے لگا تو لوگوں نے مولانا محمد بخش مرحوم سے اصرار کیا کہ وہ تاریخ کا ریکارڈ درست رکھنے کے لئے صحیح صورتحال واضح کریں۔ چنانچہ مرحوم نے اپنے مزاج اور خواہش کے خلاف احباب کے اصرار پر واقعات کی تفصیل اس طرح بیان فرمائی۔

ڈوگرہ فوج پر پہلا فائر

۲۳ اگست ۱۹۴۷ء کو موضع کھنتل میدان نیلا بٹ میں تقریباً آٹھ ہزار مسلمان بغرض جلسہ سردار عبدالقیوم خان کے خطوط جانے پر جمع ہوئے۔ تمام مجمع نے صدارت کے لئے سردار عبدالقیوم خان کو منتخب کیا۔ سردار موصوف نے اپنی صدارتی تقریر میں ڈوگرہ حکومت کے مظالم بیان کئے اور اس کے بعد قرآن پاک ہاتھ میں لے کر حلفیہ طور پر اعلان کیا کہ میں ڈوگرہ سامراج کے خلاف آخر دم تک جہاد کروں گا۔ پھر سید صادق حسین شاہ صاحب نے بھی قرآن پاک ہاتھ میں لے کر جہاد کرنے کے پُرعزم ارادے کا اعادہ کیا اور مجمع سے مخاطب ہو کر کہا کہ جس شخص نے اسلام کی سربلندی اور اسلامی نظام کے نفاذ کے لئے ہمارے ساتھ مل کر جہاد کرنا ہے وہ ہاتھ کھڑا کرے، سوائے ڈاٹری نویسوں، پولیس والوں اور نمبرداروں کے سب نے ہاتھ کھڑے کر دیے۔ اس کے بعد سردار عبدالقیوم خان نے کھڑے ہو کر سب سے کہا کہ حلف اٹھانے والے سب مجاہدین میرے ہمراہ ہو جائیں کسی نے بھی واپس گھر نہیں جانا۔ ہم براستہ دھیرکوٹ باغ کا رخ جہاد فی سبیل اللہ لڑنے کے لیے چلیں گے۔ چنانچہ سب لوگ سردار قیوم کی قیادت میں بوقت عصر باغ کی طرف چل پڑے۔ رات کو ارجہ میں قیام کیا۔ صبح ملک بجری سے ایک میل آگے ایک میدان میں جمع ہوئے اور سارے مجمع کو شمار کیا تو ۳۴۵ مجاہدین باقی رہ گئے تھے۔ اس مقام پر باقاعدہ لڑنے کے لئے مجاہدین کی تنظیم کی گئی اور مختلف گروہوں میں تقسیم کر کے ہر ایک پر ایک سالار مقرر کیا گیا اور مجھ احقر کو مکھیالا (موجودہ نام غازی آباد) کے ۲۲ مجاہدین پر سالار مقرر کیا گیا۔ ان سب مجاہدین میں پچیس چھبیس مجاہدین ضعیف العمر، اسّی نوّے سال کے تھے۔ ان کو میں نے ہاڑی گہل سے یہ کہہ کر واپس کر دیا کہ تم پر مال کا جہاد فرض ہے۔ پھر ہم باغ کے نالہ حلوانی پر پہنچے تو ڈوگرہ فوج نے باغ میں ہمارا داخلہ بند کر دیا تھا۔ شام قریب تھی کہ ہم نے بنی لپاری مسجد میں کیمپ کیا اور کچھ مجاہدین محمد یعقوب خان نمبردار کے گھر ٹھہرے۔ بجاڑہ کے میدان میں جلسے کے لئے سردار عبدالقیوم نے سید اصغر علی شاہ کو

اور دیگر علاقہ جات میں خطوط لکھے ہوئے تھے۔

ادھر ہماری جلسہ کے لئے تیاری تھی کہ جناب سردار عبدالقیوم نے ہم تین سالاروں مجھ احقر کو اور مولوی محمد افضل خان سالار رسالہ اور افسر خان سالار چیڑالہ کو علیحدہ تنہائی میں لے جاکر کہا کہ تم تینوں مع مجاہدین کے ہیڈ کوارٹر کیمپ کی حفاظت میں رہو گے۔ اس کے علاوہ ڈیوٹی بھی ہم تینوں کے سپرد کی۔ میرے ذمہ ہندوؤں کے تین مکانات لگائے کہ ان کے اندر ہتھیار موجود ہیں۔ جب ہم باغ داخلہ کے قریب پہنچیں تو تم نے ان مکانات سے ہتھیار چھیننے ہیں۔ میں مع ۲۲ مجاہدین کے اس ذمہ داری کو سرانجام دینے کے لئے آدھ میل اوپر کی جانب ہندوؤں کے مکانات کو محاصرہ میں لے کر وقت کی انتظار کے لئے بیٹھ گیا۔ اسی اثناء میں ہیڈ کوارٹر سے ایک مجاہد نے آکر مجھے اطلاع دی کہ نیچے ڈوگرہ ملٹری رُکی ہوئی ہے آپ ہماری امداد کو پہنچیں۔ میں چھ مجاہدین کو ہمراہ لے کر باقیوں کو ہوشیاری کی تعلیم دے کر نیچے سڑک پر آیا تو دیکھا سڑک کی نچلی طرف چار ڈوگرہ فوجی داہنی طرف ان کا جمعدار گلے میں پستول لٹکائے اور بائیں جانب تین رائفل مین پوزیشن سنبھالے بیٹھے ہیں۔ اس کے علاوہ ملٹری کی چار خچریں لدی ہوئی ان کے ساتھ دو نوجوان اے ٹی کے بھی تھے۔ ڈوگرہ فوج کے اس دستہ کو ہیڈ کوارٹر کے مجاہد احمد نور موضع ہبک ارجہ والے نے روکا تھا کہ آگے جانے کا حکم نہیں ہے۔ پھر میں نے اپنے چھ مجاہدین کو تنہائی میں لے جاکر دوبارہ حلف لیا اور ڈوگرہ فوج کے اس دستہ سے بندوقیں چھیننے کا پروگرام بنایا۔ اس کے بعد پروگرام کو عملی جامہ پہنانے کے لئے ہم آگے بڑھے۔ ملٹری والوں کے مقابل ہوکر میں نے جمعدار کو کہا کہ ہم نے آپ سے ہتھیار لینے ہیں۔ بس اتنا کہنے کے بعد ان کی حرکت پر منٹ یا آدھ منٹ میں ان سے تین رائفلیں اور ایک پستول چھین لئے۔ قیدیوں کو سالار ہیڈ کوارٹرز کے حوالے کیا۔ ایک رائفل افسر خان سالار کو دی اور دوسری رائفل منڈی کے سجاول خان سالار کو دے کر کہا کہ ابھی ملٹری ڈوگرہ تم پر حملہ آور ہوگی۔ فوراً آگے جاکر مورچہ بندی کرو۔ میں ایک خط کے ذریعے قائد کو اطلاع دے کر ابھی حاضر ہوتا ہوں۔ آخر جب واپس مورچہ کی جگہ پر پہنچا تو گھاس کی وجہ سے کوئی رائفل مین ساتھی مورچہ پر نظر نہ آیا کہ اتنے میں سامنے سے ۱۳ جوان ڈوگرہ ملٹری کے نالہ طوانی عبور کرکے ہمارے کیمپ کی جانب پیش قدمی کرتے ہوئے نظر آئے۔ ان پر فائرنگ کرنے کا منتظر تھا کہ میری دائیں جانب سے ایک نوجوان خاکی فوجی برجس پہنے ہوئے سر سے ننگا ہاتھ میں ہاکی لئے ہوئے ہمارے کیمپ کی جانب تیزی سے آرہا تھا۔ میں نے ڈوگرہ فوج کا افسر سمجھ کر اس پر فائر کر دیا اور وہ نیچے گھاس میں گر پڑا۔ میرے اس فائر کی آواز سن کر ملٹری فوج نے فوراً پوزیشن سنبھالنا شروع ہوئی کہ میں نے دوسرا فائر کرکے ڈوگرہ فوج کے ایک نائیک کو واصل جہنم کیا۔ اس کے بعد میری طرف برین گنوں کی گولیوں کی بوچھاڑ شروع ہوئی۔ سات آٹھ منٹ کے بعد ہڈ آبادی کی طرف بھی برین گنوں کی فائرنگ ہوگئی۔ فائرنگ کی مہلت پر میں نے ڈوگرہ فوج پر دو اور فائر کئے۔ کفار پر پہلا فائر مجھ احقر کا ہوا، مگر بروئے دین اسلام وسنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی روشنی میں اور سابقہ جہادوں کی روشنی میں میں غازی اوّل ہوں نہ کہ مجاہد اوّل۔ قائد کے انتظار میں میں نے رات بھر وہاں پہرہ دیا اور علی الصبح بہت بلند آواز سے اذان پڑھی۔ ازاں بعد میرا اپنا مجاہد محمد یوسف خان حاضر ہوا۔ ہم دونوں رات جنگل میں گزار کر ۲۸ اگست ۱۹۴۷ء کو اپنے گھر غازی آباد پہنچے اور قائد موصوف سے ملاقات کی۔ پھر ہم چار مجاہدین رات کو سردار قیوم کے ساتھ ان کے گھر کا پہرہ دیتے رہے۔ تیسرے دن ڈوگرہ فوج ہمارے گھروں کے قریب سے گزر کر باغ کی طرف جارہی تھی۔ ہم ۱۹ مجاہدین نے سردار عبدالقیوم خان کی قیادت میں نادارجہ کے درمیان گوسعد والا کسی میں مورچہ بندی کر دی۔ اس مورچہ میں پہلا فائر سردار قیوم نے کیا۔

مولانا مرحوم کے فائر سے جو پہلا آدمی مارا گیا جس کو آپ نے ڈوگرہ فوج کا افسر سمجھا دراصل وہ جنگڑا کی والے سردار رنگی خان کا صاحبزادہ نوجوان عبدالحمید تھا جو مجاہدین میں شامل تھا اور مولوی محمد بخش مرحوم کا رشتہ میں بھتیجہ تھا۔ چنانچہ مولانا مرحوم اس واقعہ کا تذکرہ یوں کرتے ہیں کہ اب میرا پہلا فائر جو ڈوگرا افسر پر ہوا اسے بھی معلوم کرلو۔ ۲۷ اگست مغرب کے بعد کیمپ میں آیا تو وہاں مسجد میں ایک مجاہد بھی موجود نہ تھا۔ ایک مکان کے اندر قیدی اور خچریں بند تھیں۔ دروازہ پر سنتری لگا ہوا تھا۔ میں نے نماز عصر و مغرب دونوں یکجا ادا کیں۔ ادھر اچانک موضع میرا کا محمد یوسف خان کیمپ مسجد میں آیا۔ اس نے مجھ سے لڑائی کے حالات و واقعات دریافت کئے۔ میں نے جو کچھ دیکھا اور کیا تھا سب بتا دیا۔ میں نے اسے کہا کہ ایک ڈوگرہ افسر کی لاش بانوں کے مکان کے برابر نیچے گھاس میں پڑی ہوئی ہے۔ وہ لاش کے پاس گیا۔ واپس آکر بتایا کہ ماموں جی وہ لاش بھائی رنگی خان کا لڑکا ہے۔ تم اس پر فائر نہ چلانا کہ ناراضگی کا باعث ہوگا۔ مجھے اعتبار و یقین نہ آیا۔ اس کے ہمراہ جاکر لاش کو خود دیکھا تو یقین آیا کہ اسی کی لاش ہے۔ پھر میں نے کہا کہ وہ جہاد فی سبیل اللہ لڑتے ہوئے شہید ہوا ہے اس کا اور ہمارا مقصد ایک ہی تھا۔ رہی بھول و خطا تو یہ دوسرا مقام ہے۔ مولانا اس کے ذیل میں تحریر فرماتے ہیں کہ جہاد ۱۹۴۷ء کا اوّل مجاہد سردار عبدالقیوم خان، اوّل غازی احقر محمد بخش، اوّل شہید عبدالحمید خان۔

مختصر سوانحی خاکہ

مولانا مرحوم نے جہاد آزادی کشمیر میں بھرپور شرکت کے علاوہ مقامی طور پر سماجی و مذہبی

بھی نمایاں طور پر انجام دیں۔ آپ کٹر قسم کے مذہب پسند اور راسخ العقیدہ مسلمان تھے۔ آپ کے اندر مذہبی جوش و جذبہ کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔ جہادِ آزادی میں آپ کے مجاہدانہ کردار میں یہی مذہبی جذبہ ہی کارفرما تھا۔ آجکل کی پُر فریب سیاست سے مرحوم ہمیشہ الگ تھلگ رہے۔ ۱۹۴۷ء کے بعد اپنی بقایا عمر عزیز کو صرف مذہبی و سماجی خدمات کے لئے وقف کر دیا تھا۔

غازی آباد کے مقام پر بازار اور جامع مسجد تعمیر کروائی۔ مسجد کے ساتھ ہی تعلیم القرآن کا بھی انتظام و اہتمام فرمایا۔ علاقہ بھر میں درسِ قرآن، وعظ و تبلیغ کے ذریعہ لوگوں کو احکام شریعت پر سختی کے ساتھ پابندی اور شرک و بدعت و غلط رسم و رواج سے اجتناب کی تلقین کرتے۔ بالخصوص آپ دین کے نام پر شرکیہ رسم و رواج و عقائد پر سخت تنکیر فرماتے۔ بعض جہلاء مقامی رسم و رواج شرک و بدعت کے خلاف آپ کی بغاوت دیکھ کر سخت مخالف ہو گئے اور طرح طرح سے ایذا رسانی پر اتر آئے۔ یہانتک کہ آپ ان کی مخالفانہ ریشہ دوانیوں اور ایذا رسانیوں سے تنگ آکر غازی آباد سے ہجرت کرنے پر مجبور ہو گئے۔ غازی آباد سے اپنی جائداد فروخت کر کے ارجہ کے مقام پر آکر آباد ہو گئے۔ ارجہ کے مقامی لوگوں نے مولانا مرحوم سے بھرپور تعاون کیا اور انہیں کے تعاون سے آپ نے ایک عالی شان جامع مسجد تعمیر کرائی۔ خطابت و امامت کے فرائض از خود آخر دم تک انجام دیتے رہے اور اپنی دینی سرگرمیوں کا مرکز اسی مسجد ہی کو بنایا۔ وہاں مدرسہ تعلیم القرآن کا اجراء فرمایا اور عرصہ بیس سال آپ فوج میں ملازم بھی رہے۔ مرحوم ککیکھ خاندان کے ساتھ تعلق رکھتے تھے۔ والد کا نام گلاب خاں اور والدہ کا نام عصمت بی تھا۔ گھرانہ مذہبی تھا، اسی لئے اکثر تعلیم گھر پر ہی حاصل کی۔ بالآخر مرحوم عمر کے ستر سال پورے کرنے کے بعد ۱۷ مارچ بروز پیر ۱۹۷۵ء کو اس جہانِ رنگ و بو سے ہمیشہ کے لئے کوچ کر گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ آپ نے پیچھے ایک صاحبزادی اور دو ہونہار صاحبزادے مولانا انصار احمد نثار اور مولانا عبد الحق مستند عالم دین چھوڑے ہیں۔

مدرسہ عربیہ قاسم العلوم گھوٹکی

مدرسہ قاسم العلوم طویل عرصہ سے علاقہ میں دینی، تبلیغی، اصلاحی خدمات سر انجام دے رہا ہے۔ اسوقت ایک سو کے قریب بیرونی و مقامی طلباء زیر تعلیم ہیں۔ بیرونی طلبہ کی کفالت بذمہ مدرسہ ہے۔

آپ اپنی زکوٰۃ، صدقات، عطیات سے مدرسہ کی معاونت فرما کر عند اللہ ماجور ہوں۔

مولانا سید خلیل احمد شاہ جیلانی
مہتمم مدرسہ ہذا گھوٹکی ضلع سکھر

سچے موتی

جب کسی قوم کا بزرگ تمہارے پاس آئے تم اس کی عزت کرو

اعلانِ مسرت

ہم حضرت درخواستی صاحب مدظلہ، حضرت مولانا مفتی محمود صاحب مدظلہ، حضرت مولانا محمود اسعد صاحب مدظلہ ہالیجی شریف، حضرت مولانا عبد الکریم صاحب مدظلہ بیر والے، حضرت مولانا محمد شاہ صاحب امروٹی مدظلہ اور دیگر اکابر و علماء دیوبند کے اس فیصلے پر مسرت اور خوشی کا اظہار کرتے ہیں کہ انہوں نے ملک میں مکمل اسلامی نظام کے نفاذ اور غربت و جہالت کے خاتمہ کے لئے

نظام العلماء کے احیاء کا اعلان فرمایا ہے۔

ہم امید کرتے ہیں کہ اکابر دیوبند اس تنظیم کو فعال بنانے کے لئے عنقریب ملک گیر دورہ کا پروگرام بنائیں گے۔

ہمارا ہر قسم کا تعاون حاضر ہے۔

منجانب: حاجی الٰہی بخش شیخ، چوہدری عبد الستار، چوہدری محمد ادریس جالندھری، نیو عاقل ضلع سکھر

خالد صدیقی

مسئلہ بیروزگاری

اسباب اور ان کا حل

پاکستان کو بدقسمتی سے جہاں اور لاتعداد مسائل سے دوچار ہے وہاں ایک اہم مسئلہ بے روزگاری اور افرادی قوت کا ضائع ہونا ہے۔ یہ درست ہے کہ آزاد نظام معیشت کے حامل ممالک میں بیروزگاری ضرور ہوتی ہے مگر ہمارے وطن عزیز میں اس کی شدت کچھ زیادہ ہی ہے۔ اقوام متحدہ کے ایک اندازے کے مطابق پاکستان جیسے ترقی پذیر ملک میں بے روزگاری کی شرح ۳۰ سے چالیس فیصد ہے۔ یہ خالص بے روزگاری کی شرح ہے۔ نیم بیروزگاری الگ ہے۔

بیروزگاری ایک ایسا مسئلہ ہے جس کی شدت تکلیف کا اندازہ وہی لگا سکتا ہے جو اس مسئلہ سے دوچار رہا ہو۔ میرے خیال میں یہ مسئلہ افراط زر (INFLATION) سے بھی زیادہ سنگین ہے کیونکہ افراط زر میں مہنگائی کی پریشانی ہوتی ہے لیکن بیروزگاری میں تو آمدنی کا کوئی ذریعہ ہی نہیں ہوتا، اور

ذرا سوچیں تو ہر جھگڑے کے پس منظر میں عموماً معاشی عوامل ہوتے ہیں اور ان میں بیروزگاری ایک اہم عامل (FACTOR) ہے۔

اعلیٰ تعلیم یافتہ نوجوان بیروزگاری سے دوچار ہیں۔ ان کے ذہن سے چونکہ کوئی مثبت کام نہیں لیا جا رہا، اس لئے ان کی صلاحیتیں ضائع ہو رہی ہیں۔ تقریباً ہر طالبعلم کو تعلیم سے فارغ ہونے کے بعد کافی عرصہ تلاش روزگار میں صرف کرنا پڑتا ہے جس سے اس کی تعلیمی استعداد متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتی؛ اور پھر اگر وہ اپنی تعلیمی قابلیت سے کم کی ملازمت حاصل کرتا ہے تو کچھ عرصہ گذرنے کے بعد حقیقی طور پر وہ اس قابل نہیں ہوتا کہ اپنی ڈگری کے مطابق ملازمت کے لئے مناسب ہو۔

بیروزگاری کے اسباب پر غور کرنے سے معلوم ہوگا کہ لاتعداد وجوہ ہیں جن کی وجہ سے یہ مسئلہ جنم لیتا ہے۔ چند بڑے بڑے اسباب مندرجہ ذیل ہیں:-

۱- نظامِ معیشت

پاکستان میں اسوقت مخلوط سرمایہ دارانہ نظام معیشت ہے۔ اس نظام کی ایک اہم بات یہ ہے کہ اس میں کاروبار کے مختلف ادوار آتے ہیں۔ کبھی گرم بازاری، کبھی سرد بازاری، کبھی مراجعت بجانب گرم یا سرد بازاری وغیرہ گویا کہ اس نظام کی بنیاد ہی کمزور ہے ——

ارتکاز واکتناز۔ غیر صحت مند مقابلہ۔ اجارہ داریاں غیر متوازن معیشت۔ بیروزگاری اور افراط زر اس نظام کی نمایاں خصوصیات ہیں۔ آج ہم دنیا کے کسی حصے میں اس نظام کا جائزہ لیں تو درج بالا "اوصاف حمیدہ" صاف نظر آئیں گے۔ امریکہ جو کہ دنیا کا امیر ترین ملک مانا جاتا ہے اور اس نظام کا سب سے بڑا علمبردار بھی، وہاں بھی افراط زر کی شرح ۱۵ اور ۲۰ فیصد کے درمیان ہے اور بیروزگاری کی شرح سرکاری ذرائع کے مطابق تقریباً ۹ فیصد ہے حالانکہ آبادی کی بہت بڑی تعداد بیروزگاری اور نیم بے روزگاری سے دوچار ہے۔ ایسا نظام جس میں وسائل معیشت چند افراد کے ہاتھوں میں مرکوز ہو جائیں صرف (CONSUMPTION) ایک خاص رخ کی طرف چل پڑے۔ عام صرف میں کمی واقع ہو جائے سٹے بازی اور تخمینی سرگرمیاں عام ہوں، سود جائز سمجھا جاتا ہو۔ سرمایہ کاری کی جن شعبوں میں ضرورت ہو وہاں نہ ہو بلکہ منافع کو ہی مطمع نظر بنایا جائے تو ایسے نظام سے بھلائی کی توقع کرنا اپنے آپ کو دھوکہ دینے کے مترادف ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس نظام کی حامل حکومتیں بھی اب مخلوط نظام معیشت پر عمل کر رہی ہیں؛ لیکن اس نظام کی برائیوں کا یہ حل نہیں۔ اگرچہ اس سے انہیں عارضی سکون ملتا ہے مگر مسائل پیچیدہ ہوں کے تو

رہتے ہیں۔ اس کی وجہ اس نظام کے غلط بنیادی اصول ہیں۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ ان برائیوں کی جڑوں کا خاتمہ کیا جائے جو معاشی بدحالی کی ذمہ دار ہیں۔ اس سلسلے میں اسلام کے اقتصادی نظام پر عمل کرکے ہم ان تمام مسائل سے چھٹکارا حاصل کرسکتے ہیں۔ حال ہی میں اسلامی نظریاتی کونسل کی ایک کمیٹی نے سود کے خاتمے کے متعلق ایک رپورٹ پیش کی ہے۔ ان سفارشات کو عملی جامہ پہنا کر ہم اہم مسائل کو حل کرسکتے ہیں۔

۲۔ آبادی

پاکستان میں بیروزگاری کی دوسری اہم وجہ دھماکہ خیز آبادی کی رفتار ہے۔ قیام پاکستان کے وقت آبادی صرف ۳۲٫۵ ملین تھی جبکہ اسوقت تقریباً ۸۰٫۲۵ ملین کے لگ بھگ ہے۔ اگر یہی رفتار رہی تو آئندہ پچیس سال میں آبادی آج کی نسبت دگنی ہوگی، اور پھر آبادی میں عورتوں کی تعداد تقریباً ۵۱ فیصد ہے اور ۱۵ سال سے کم عمر تقریباً ۴۵ فیصد ہیں اور ہمارے ملک میں زیادہ تر مرد ہی کام کرتے ہیں۔ اس لحاظ سے دیکھا جائے تو کام کرنے والے افراد کا تناسب بہت ہی کم ہے جبکہ کھانے والے زیادہ۔ آبادی میں اضافے کی شرح رفتار اسوقت تقریباً ۳ فیصد ہے۔

ناقص منصوبہ بندی

بیروزگاری کی تیسری وجہ ہماری ناقص منصوبہ بندی ہے۔ ماضی میں یونیورسٹیوں اور کالجز کی تعمیر پر تو کروڑوں روپیہ خرچ کیے گئے مگر یہ نہ سوچا کہ ان کے فارغ التحصیل کہاں کھپیں گے۔ اعلیٰ تعلیم کے دروازے کھلے رکھے۔ تعلیمی معیار کو بلند کرنے کی بجائے مزید گرادیا۔ بے مقصد تعلیم بڑھ گئی۔ غرضیکہ ذرا نہیں سوچا گیا اور نہ ہی موزوں منصوبہ بندی کی گئی کہ آئندہ کس قسم کے افراد کی ضرورت ہوگی تاکہ وہی افراد پیدا کیے جائیں۔ اب نتیجہ یہ ہے کہ جن افراد کی ضرورت ہے مثلاً اعلیٰ فنی تربیت یافتہ۔ انجینئرز وغیرہ وہ ملتے نہیں اور جن کی ضرورت نہیں وہ بے شمار ڈگریاں لیے مارے مارے پھرتے ہیں۔ روزگار کے بہتر نہ آنے کی وجہ سے طلباء اپنے آپ کو تعلیم کے ساتھ منسلک رکھتے ہیں اور اعلیٰ ڈگریاں حاصل کرتے ہیں تاکہ بہتر اور جلد روزگار ملے۔ نتیجتاً تعلیم یافتہ طبقے میں بے روزگاری بڑھ رہی ہے۔ اور پھر نوجوان طبقے کی چونکہ دوران تعلیم صحیح راہنمائی نہیں ہوتی ویسے بھی ان کا رجحان WHITE COLLOR JOB کی طرف ہوتا ہے اور فنی نوعیت کا یا جسمانی مشقت کا کام وہ اپنی توہین سمجھتے ہیں جسکا نتیجہ اب ظاہر ہے کہ بیروزگاری تیزی سے بڑھ رہی ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ ان سب خامیوں کو دور کیا جائے — منصوبہ بندی ٹھوس اور مثبت بنیادوں پر کی جائے۔ اعلیٰ تعلیم یافتہ افراد اتنے ہی پیدا کیے جائیں جتنی کہ ان کی کھپت ہوسکے، باقی دوسرے مطلوبہ شعبوں میں جائیں۔ معیار تعلیم کو بڑھانا چاہیئے۔ ہماری ایم۔ اے کی ڈگری دیگر ممالک میں بی۔ اے کے برابر سمجھی جاتی ہے۔ اب تو عرب ممالک میں بھی ہماری ایم۔ اے کی ڈگری کو بی۔ اے کے برابر سمجھا جانے لگا ہے۔ علاوہ ازیں ضمنی امتحانات COMPART-MENT کے نظام کو بالکل ختم کردینا چاہیئے اور ڈگری کا عرصہ ۱۴ سال سے بڑھا کر ۱۶ اور سترہ سال کرنا چاہیئے۔ تعلیمی اداروں اور دفاتر حصول روزگار کے مابین قریبی رابطہ ہونا چاہیئے تاکہ طلباء مختلف شعبوں کی افرادی قوت کی طلب سے باخبر ہوں، اور اسی کے مطابق اپنی تعلیم و تربیت کا رخ متعین کریں۔ ماضی میں جاذب سرمایہ صنعتوں کی طرف زیادہ توجہ کی اور "جاذب محنت تکنیک" نہ اپنائی۔ اب ضرورت اس بات کی ہے کہ ملکی منصوبہ بندی میں ایسی ٹیکنالوجی استعمال کی جائے تاکہ محنت کی زیادہ سے زیادہ کھپت ہوسکے۔ اس سلسلے میں جب ہم مختلف پراجیکٹ کے ٹھیکے دیتے ہیں تو ٹھیکہ دار فرم' خواہ ملکی ہو یا غیر ملکی' یہ بات معاہدے میں شامل ہونی چاہیئے کہ مشینوں کی بجائے لیبر زیادہ استعمال کی جائے گی اور انتہائی ضروری مشینری ہی استعمال ہوگی۔

دیہاتی آبادی کا رُخ شہروں کی طرف سے روکنے کے لیئے ضروری ہے کہ دیہاتوں میں گھریلو صنعتوں کو فروغ دیا جائے۔ دیہات میں شہری طرز کے مکانات تعمیر کیے جائیں۔ ہماری ۷۵ فیصد آبادی دیہاتوں میں بستی ہے اور دیہاتوں میں ہی مستور بیروزگاری اور بیروزگاری کی شرح بہت بلند ہے۔ نجی سرمایہ کاری کے لیئے اگرچہ حکومت نے بہت سے اقدامات کیئے ہیں اور ان سے حوصلہ افزا نتائج بھی کسی حد تک برآمد ہوئے ہیں لیکن یہ ضرورت سے کم ہیں۔ چاہیئے یہ کہ ان وجوہ کو دور کیا جائے جن کی وجہ سے سرمایہ کار سرمایہ کاری سے ہچکچا رہے ہیں۔ اس سلسلہ میں جامع سروے کیا جاسکتا ہے اور ان نقائص کو دُور کیا جاسکتا ہے جو سرمایہ کاری کی راہ میں حائل ہیں۔

زرعی شعبہ اس وقت ملک کا سب سے بڑا شعبہ ہے اور خام قومی آمدنی میں اس کا حصہ تقریباً تیس فیصد ہے۔ ہماری کل افرادی قوت (LABOUR FORCE) کا ۵۳ فیصد اسی شعبے سے منسلک ہے۔ یہی شعبہ سب سے زیادہ کمزور اور ناقص منصوبہ کا شکار

جاری ہے

> **دیہاتی آبادی کا رُخ شہروں کی طرف سے روکنے کیلئے ضروری ہے کہ دیہاتوں میں گھریلو صنعتوں کو فروغ دیا جائے۔**

نصیب علی شاہ

عالم اسلام

کے سچے بہی خواہ اور اتحاد عرب کے داعی و نقیب

جلالۃ الملک شاہ فیصل شہیدؒ

مسلمانان عالم اور خصوصاً عرب ممالک کی موجودہ افراتفری و اختلافات جملہ اسلامی درد رکھنے والے مسلمان بھائیوں کے لیے پریشانی کا باعث ہیں۔ اسلام کو بحیثیت ایک نظام کے جو توقعات جملہ اسلامی ممالک سے وابستہ ہیں وہ موجودہ دور کے سلاطین اسلامیہ میں عنقا ہیں۔ تاہم صرف چند ایک ایسے افراد پھر بھی اس سلسلہ میں تقاضائے وقت کے ساتھ کچھ نہ کچھ کوشش کرتے رہے ہیں جن سے امیدوں کے روشن چراغ وابستہ ہیں۔ چودھویں صدی کے نصف آخر میں تو پورے عالم اسلام کی امیدیں اور توقعات وابستہ رکھنے کا ایک ہی مادی تھا جسے تاریخ کے اوراق میں والد القضا من الاسلامی جلالۃ الملک شاہ فیصل شہیدؒ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ شاہ فیصل شہیدؒ نہ صرف سعودی عرب کے فرمانروا تھے بلکہ وہ عالم اسلام کی وحدت اور عرب قوم کی اصلاح کے ایک عظیم داعی تھے۔ وہ یہ سمجھتے تھے کہ موجودہ دور میں عرب ممالک کے اتحاد اسلامی منشور کو عملی جامہ پہنانے کے لئے اور سامراجیت کا مقابلہ کرنے کے لیے عالم اسلام کو متحد کر سکتے ہیں۔ اس سلسلہ میں انہوں نے اپنے دلی اور ایمانی جذبہ کے تحت عملی کوششیں شروع کیں اور نہ صرف عرب ممالک بلکہ جملہ اسلامی ممالک کے مختلف اوقات میں مختلف دورے کیے۔ انہوں نے عرب ممالک کو اتحاد کا درس دے کر باہمی اختلافات ختم کرنے کی ہر ممکن کوشش کی۔ شاہ فیصل شہید مرحوم نے دورہ تیونس کے دوران الزیتونہ یونیورسٹی میں حکام اور اہل علم و فضل سے خطاب کرتے ہوئے عرب قوم سے کہا:

"خدا تعالیٰ نے عرب قوم کو چن کر اور اس میں سے اپنا پیغمبر بھیج کر اس پر اپنے عظیم اعتماد کا اظہار کیا اور اسے اس امر کی اجازت دے کر اعزاز بخشا کہ وہ روشنی، ہدایت اور راستی کی شمع کو تمام دنیا تک پہنچائے۔ اسے اگر مشرق اور مغرب میں ہم عربوں کی اسلامی بنیادوں کی پیداوار میں جن کا آپ نے ذکر کیا ہے تو یہ ہمارا فرض ہے کہ ہم اس ذمہ داری سے عہدہ برآ ہوں جو خدا تعالیٰ نے ہم پر عائد کی ہے اور جس کا اس نے ہمیں اس دنیا میں محافظ ہونے کا اعزاز عطا کیا ہے۔ اس پرآشوب دور میں جارحیت کی صد ہا دھمکیاں ہیں اور جارحیت و ظلم کا دور دورہ ہے ہمیں اپنا عظیم الشان ورثہ اور مسلمان قوم کے نظریات و تاریخی بنیادوں کی طرف رجوع کرنے کی شدید ضرورت ہے یہی کامیابی کا راستہ ہے اور نجات کا واحد ذریعہ ہے۔"

یہی وجہ ہے کہ دل درد رکھنے والے جملہ مسلمان شاہ فیصل مرحوم کو اپنا ایک عظیم قائد اور زعیم سمجھتے تھے۔ تیونس کے اس دورہ کے دوران جمہوریہ تیونس کے مفتی شیخ محمد فاضل بن عاشور نے اپنے جذبات کا اظہار ان الفاظ میں کر کے شاہ مرحوم کو سلام پیش کیا "جب زیتونہ کالج آپ کو سلام کہتا ہے تو وہ دین اسلام اور اس کے زبردست مؤیدوں کے محافظ کو سلام کہتا ہے۔ شاہ فیصل مرحوم نے عرب قوم کو لادینی اور سامراجی نظریات سے محفوظ رکھنے کی ہر ممکن کوشش کی اور ہر موقعہ پر انہیں مستقبل کے خطرات سے آگاہ کرتے رہے۔ ۴ ستمبر ۱۹۷۰ء کو کویت کے شاہ جسن سے ملاقات کی۔ وہاں اپنے ایک خطاب میں سامراجی خطرات سے آگاہ کرتے ہوئے فرمایا:

"سامراج کمیونزم اور صیہونیت اسلام

تفرقہ کے منتظر ہیں۔ وہ ہماری تقسیم اور جھگڑوں پر خوش ہیں اور مناسب موقع کی تاک میں ہیں کہ ہم پر حملہ کر سکیں۔ بدقسمتی سے آج یہی کچھ ہو رہا ہے۔ لیکن اگر ہم اپنی قوم اور مذہب کی بھلائی کی خاطر کام کرنا چاہتے ہیں تو ہمیں اپنی مساعی کو تیز تر کرنا چاہیئے اور اپنے اختلافات ترک کر دینے چاہئیں کیونکہ عربوں میں اختلافات کی کوئی وجہ نہیں! سوائے ہر ملک کے اس حق انتخاب کے کہ ہر ملک میں وہی نظام حکومت موجود رہے جو اس کے لئے بہترین طور پر موزوں ہے کیونکہ تمام لوگوں کے لئے یہ صحیح بھی ہے کہ وہ ترقی کے ہر اس راستے کو چن لیں جو ان کے اپنے عقائد اور روایات کے لئے بہتر طور پر موزوں ہو۔

عرب ممالک کو اعتصام بالکتاب والسنۃ کا درس دیتے ہوئے اور مسئلہ فلسطین سے متعلق اپنے جذبات کا اظہار کرتے ہوئے عمان کے بسمان محل میں اردن کے شاہ حسین کی طرف سے دیئے گئے ایک استقبالیہ سے خطاب کرتے ہوئے شاہ فیصل مرحوم نے فرمایا:

"عرب ممالک کو حالیہ برسوں میں جن واقعات سے سابقہ پڑا ہے وہ بہترین اسباق ہیں جن سے ہم اپنی قوم کے مستقبل کی منصوبہ بندی کے لئے استفادہ حاصل کر سکتے ہیں چنانچہ ہمیں راستی اور شریعت پرستی (LEGALITY) کی اساس پر عرب قوم اور اسلامی ممالک کے ان تمام بھائیوں کے لئے جو کتاب اللہ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قانون کی پیروی کرتے ہیں کے وجود مسلسل کا دفاع تعمیر کرنا چاہیئے۔ ہم اس عرب قوم کے جسے خدا تعالیٰ نے اس روشنی کو دنیا میں پھیلانے کا کام تفویض کیا تھا اور میں

اے دنیا کے لوگوں میں سے چنا تھا اس علم کی زیادہ اشاعت کرتے ہوئے دیکھنے کے متمنی ہیں جو انسانیت کو انصاف کی راہ پر گامزن کرتی ہے۔

مجھے مسرت ہو رہی ہے کہ سعودی عرب کے عوام اس ہمہ گیر حیثیت پر جو کہ اردن کے عوام کو ہمارے محبوب فلسطین کے حقوق کو دوبارہ حاصل کرنے کی جدوجہد میں ہے اس کی دل و جان سے قدر کرتے ہیں۔

ہمیں وہ چیز واپس لینا ہوگی جو انتہائی سفاکانہ طریقے سے عربوں کے دلوں سے چھین لی گئی ہے۔ ایسا انصاف اور بین الاقوامی قانون کی پرواہ نہ کرتے ہوئے مغربی سامراج کی خواہشات کی تسکین کے لئے کیا گیا تھا جب مشرقی اور مغربی قوتوں نے مل کر عرب ملکوں کے دل میں ایک یہودی پتھر (STEPPING STONE) گاڑ دیا تھا۔

بدی کی قوتوں نے اسلام اور مسلمانوں کے خلاف برسرِ پیکار رہنے کا منصوبہ بنا لیا ہے۔

اگر اب ہم دنیا کے بعض ممالک میں ایسے لوگوں کو دیکھتے ہیں جو اسلامی اتحاد و تعاون کی کسی آواز پر مضطرب اور پریشان ہوتے ہیں تو اس کی وجہ یہ ہے کہ بدی کی قوتوں نے اسلام اور مسلمانوں کے خلاف برسرِ پیکار رہنے کا منصوبہ بنا لیا ہے خواہ وہ کوئی بھی ہو اور ان کا تعلق کہیں سے بھی ہو اس لئے مسلمانوں کو بالعموم اور عربوں کو بالخصوص ایک دوسرے سے رابطہ رکھنا چاہیئے تاکہ اپنے مستقبل کو مذہبی یا سیاسی ہولناک خطرات سے محفوظ رکھ سکیں۔

بقیہ: مسئلۂ بیروزگاری

ہے۔ زرعی ملک ہونے کے باوجود ہم گندم، چینی اور خوردنی تیل وغیرہ درآمد کر رہے ہیں، کس قدر افسوسناک بات ہے اور پھر لاکھوں ایکڑ قابل کاشت رقبہ ہر سال سیم و تھور کی نذر ہو رہا ہے۔ بہر حال ان سب مسائل پر فوری توجہ دینے کی ضرورت ہے۔

بین الاقوامی حالات

بین الاقوامی طور پر اس وقت معیشت کا رجحان بھی کساد بازاری کی طرف ہے، اور ایک ملک کے معاشی حالات لازمًا دوسرے ملک کو متاثر کرتے ہیں۔ بیروزگاری کے دیگر اسباب کے ساتھ ایک سبب یہ بھی ہے۔

اگرچہ دو جنگوں، خراب موسمی حالات اور سیلاب وغیرہ نے ہماری معیشت کو کافی نقصان پہنچایا ہے، لیکن پھر بھی اگر ہم درج بالا خامیوں اور کمزوریوں کو دور کر لیں تو اس جانگاہ مسئلے سے نجات حاصل ہو سکتی ہے اور ملک خوشحالی سے ہمکنار ہو سکتا ہے۔

سچے موتی

مبارک ہیں جو دل کے غریب ہیں کیونکہ وہ بہشت کے حقدار ہوں گے۔ مبارک ہیں وہ جو دل کے غمگین ہیں کیونکہ وہ تسلی پائیں گے۔ مبارک ہیں وہ جو رحمدل ہیں کیونکہ ان پر رحم کیا جائے گا۔ مبارک ہیں وہ جو راستبازی کے سبب ستائے گئے ہیں کیونکہ آسمان کی بادشاہت انہی کی ہے۔ لوگوں نے ان نبیوں کو بھی جو تم سے پہلے تھے اسی طرح ستایا تھا۔

نظام العلماء پاکستان کی مجلس شوریٰ کی قراردادیں

نظام العلماء پاکستان کی مرکزی مجلس شوریٰ کا یہ اجلاس اسلامی قوانین کے نفاذ کے سلسلہ میں غیر یقینی صورت حال پر قطعی عدم اطمینان کا اظہار کرتا ہے اور اس خالصتاً دینی مسئلہ پر اپنے مؤقف کا اظہار ضروری سمجھتے ہوئے اس سلسلہ میں حکومت کی روش اور بیوروکریسی کے تاخیری ہتھکنڈوں کی مذمت کرتا ہے۔

مجلس شوریٰ کی رائے میں انتظامی اور عدالتی ڈھانچے کو اسلامی تقاضوں سے ہم آہنگ کرنے اور شرعی عدالتوں میں علماء کو نمائندگی دینے سے گریز اور فرنگی قوانین کو شرعی قوانین پر بالادستی دینے کی پالیسی کا نتیجہ ہے کہ چند اسلامی قوانین کے نفاذ کے اعلان کو ڈیڑھ سال سے زائد عرصہ گذر جانے کے باوجود نہ صرف یہ کہ ان پر عملدرآمد نہیں ہو رہا بلکہ یہ صورتحال اسلامی قوانین اور اسلامی نظام کی بدنامی کا باعث بن رہی ہے۔

مجلس شوریٰ کا یہ اجلاس طے کرتا ہے کہ عوام کو اسلامی قوانین کی برکات اور اس کی راہ میں حائل رکاوٹوں سے آگاہ کرنے کے لئے ۶ جون کو جمعۃ المبارک کے موقع پر ملک بھر میں "یوم نظام شریعت" منایا جائے گا اور علماء کرام خطبات جمعہ میں اس صورتحال پر تفصیلی روشنی ڈالیں گے۔

یہ اجلاس طے کرتا ہے کہ "نظام العلماء پاکستان" کی طرف سے تمام مکاتب فکر کے سرکردہ اور سنجیدہ علماء کرام کو بھی اس صورتحال کی طرف توجہ دلا کر مشترکہ موقف کے اظہار کی ضرورت کا احساس دلایا جائے۔

یہ اجلاس مسلم وزراء خارجہ کانفرنس میں عالم اسلام کے اتحاد اور یکجہتی کی طرف پیش رفت پر اطمینان کا اظہار کرتا ہے اور رواں صدی کے اختتام پر مکہ معظمہ میں مسلم سربراہ کانفرنس کے انعقاد کے فیصلہ کا خیر مقدم کرتے ہوئے تمام مسلم حکومتوں پر زور دیتا ہے کہ وہ اپنے اپنے ممالک میں اسلامی نظام کے نفاذ، عالم اسلام کے وسائل کو مجتمع کرنے اور عالمی طاقتوں کی کشمکش سے بچاتے ہوئے ملت اسلامیہ کو منظم و متحد کرنے کے اہم مقاصد کے لئے مشترکہ لائحہ عمل اختیار کیا جائے اور افغانستان میں روس کے وحشیانہ مظالم کے سدباب اور روسی فوجوں کی وہاں سے جلد واپسی کے لئے ٹھوس اقدامات کے ساتھ ساتھ افغان مجاہدین کی معقول اخلاقی و مادی امداد کے لئے بھی مؤثر لائحہ عمل اختیار کیا جائے نیز یہ اجلاس اس امر پر افسوس کا اظہار کرتا ہے کہ پاکستان میں انعقاد پذیر مسلم وزراء خارجہ کانفرنس میں کشمیر جیسے اہم مسئلہ کے بارے میں کسی موقف کا اظہار نہیں کیا گیا۔ یہ اجلاس تمام مسلم حکومتوں سے اپیل کرتا ہے کہ وہ افغانستان فلسطین اور دیگر مظلوم مسلم علاقوں کے ساتھ ساتھ کشمیری مسلمانوں کے حق خود ارادیت کے لئے بھی جرأتمندانہ اور دو ٹوک موقف کا اظہار کریں۔

ارکان مجلس شوریٰ
نظام العلماء پاکستان

۱۔ حضرت درخواستی مدظلہ خانپور
۲۔ مولانا محمد شریف صاحب منچن آباد
۳۔ 〃 خان محمد صاحب کندیاں
۴۔ 〃 عبد الغفور صاحب کوئٹہ
۵۔ 〃 عبد الکریم صاحب بیر شریف
۶۔ 〃 مفتی محمود صاحب ڈیرہ
۷۔ 〃 محمد اجمل صاحب لاہور
۸۔ مولانا غلام ربانی صاحب رحیم یار خان
۹۔ 〃 قاضی عبد اللطیف صاحب کلاچی
۱۰۔ ابو عمار زاہد الراشدی گوجرانوالہ
۱۱۔ مولانا حامد میاں لاہور
۱۲۔ خواجہ عبد الرؤف صاحب ملتان
۱۳۔ مولانا عبید اللہ انور لاہور
۱۴۔ جناب عبد الحمید بٹ لاہور
۱۵۔ مولانا امیر حسین گیلانی اوکاڑہ
۱۶۔ سید مقبول حسین ترمذی 〃
۱۷۔ مولانا مفتی محمد عبد اللہ ملتان
۱۸۔ قاری نور الحق صاحب قریشی 〃
۱۹۔ مولانا میاں سراج احمد صاحب دین پور
۲۰۔ 〃 محمد فیروز خان ڈسکہ سیالکوٹ
۲۱۔ 〃 قاری عبد السمیع سرگودھا
۲۲۔ 〃 محمد رمضان میانوالی
۲۳۔ 〃 قاری محمد امین راولپنڈی
۲۴۔ 〃 قاری سعید الرحمٰن 〃
۲۵۔ 〃 مفتی عبد الواحد گوجرانوالہ
۲۶۔ 〃 محمد شاہ امروٹی شکارپور
۲۷۔ 〃 نور محمد سجاول
۲۸۔ 〃 مفتی احمد الرحمٰن کراچی
۲۹۔ 〃 محمد ذکریا کراچی
۳۰۔ حاجی کرامت اللہ حیدرآباد
۳۱۔ مولانا محمد ایوب جان بنوری پشاور
۳۲۔ صاحبزادہ عبد الباری جان چارسدہ
۳۳۔ قاضی عطاء اللہ صاحب [illegible]
۳۴۔ مولانا عبد الستار [illegible]
۳۵۔ 〃 نعمت اللہ صاحب کوہاٹ
۳۶۔ حاجی فقیر محمد خان [illegible]
۳۷۔ عبد الستار خان [illegible]

بلوچستان کے عظیم رہنما مولانا محمد ابوبکر صاحب انتقال کر گئے ہیں اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُون۔ مولانا کے حالات اگلے شمارے میں ملاحظہ فرمائیں

۳۸۔ مولانا لطف الرحمٰن — مردان

۳۹۔ " عبدالواحد — کوئٹہ

۴۰۔ حاجی محمد زمان خان — پشین

۴۱۔ مولانا محمد خان شیرانی — ژوب

۴۲۔ " محمد یٰسین — جھنگ

۴۳۔ " حبیب گل — کوہاٹ

جلسہ عام
جشن معراج النبیؐ

بمقام دائرہ دین پناہ تحصیل کوٹ ادو، ضلع مظفر گڑھ میں ۱۳ جون؛ ۲۹ رجب المرجب کو بسلسلہ جشن معراج النبیؐ کے سلسلے میں ایک جلسہ عام منعقد ہو رہا ہے۔ تمام حضرات سے شرکت کی اپیل کی جاتی ہے۔

مولانا زاہد الراشدی کے تنظیمی دورے

۱۶ جون پیر مریدکے، نارووال، شکر گڑھ

۱۷ جون منگل پسرور، ڈسکہ

۲۱ تا ۲۶ جون تحصیل باغ آزاد کشمیر

۲۹ جون اتوار فیصل آباد

۳۰ جون پیر شاہ کوٹ شیخوپورہ

۲۔۳ جولائی بدھ جمعرات تنگسی، مری

ایک اہم اعلان

حضرت مولانا غلام اکبر صاحب، ادارہ ترجمان اسلام کے بقایاجات کی وصولی اور نظام العلماء کی تنظیم کے سلسلے میں ملک گیر دورہ کر رہے ہیں۔ جمعیتہ کے ذمہ دار حضرات اور ایجنسی ہولڈر صاحبان ان سے مکمل تعاون فرمادیں تاکہ ادارہ برابر دینی و قومی خدمت سرانجام دیتا رہے۔

(ادارہ ترجمان اسلام)

آہ مولانا غلام اللہ خانؒ!
توحید و سنت کا عظیم چراغ بجھ گیا۔

مولانا غلام اللہ خانؒ کا نام جب زبان پر آتا ہے تو بے ساختہ زبان سے آہ نکلتی ہے۔ موت کے بے رحم ہاتھوں نے اس مردِ مجاہد کو معاف نہیں کیا اور ہزارہا نفوس کو یتیم کر دیا۔ مولانا مرحوم کی وفات سے جو خلاء پیدا ہوا ہے اسکو پُر کرنا دشوار ہے۔ آپؒ توحید کے رموز کے نکتہ دان اور رسالت کی نزاکتوں کے رمز شناس تھے۔ راہِ حق میں ہر مصیبت کا مردانہ وار مقابلہ کرنا آپ کا کام تھا۔ ہر باطل رگ پر آپ توحید و رسالت کا نشتر چلاتے تھے۔ قید و بند کی صعوبتیں برداشت کیں اور صبر و استقامت سے کام لیا۔ حکمران طبقہ کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بات کرنا اس مردِ مجاہد کا شیوہ تھا۔ خدا تعالیٰ مرحوم کو قدم قدم پر راحت نصیب فرمائے۔

فتاوی دار العلوم دیوبند محشّٰی و مدلّل

قدیم و جدید مسائل پر مشتمل عظیم الشان اردو فتاوی کا یہ علمی ذخیرہ ہمارے ہاں زیر طبع ہے۔

دار العلوم دیوبند کے مطبوعہ نسخہ کا عکس شائع کیا جا رہا ہے۔

انشاء اللہ العزیز چند ماہ میں طباعت مکمل ہو جائے گی۔

کل صفحات تقریباً ساڑھے چار ہزار۔ کاغذ سفید گلیز۔ طباعت عکسی

قیمت دس جلد غیر مجلد -/۲۵۰۔ مجلد پلاسٹک کور -/۴۰۰ روپے۔ خرچہ ڈاک خریدار کے ذمہ ہوگا۔

۲۹ رجب ۱۴۰۰ھ تک ایک صد روپے پیشگی ادا کرنے پر ایک سو روپے کی رعایت دی جائیگی۔

مکتبہ امدادیہ ٹی بی ہسپتال روڈ، ملتان

معاونت سازی کی مہم کو کامیاب بنانے میں کوئی کسر نہ چھوڑی جائے: ندیم اقبال اعوان

پنجاب: جمعیۃ کی کنوینگ باڈی کا اعلان کر دیا گیا۔

جمعیۃ طلبہ اسلام پاکستان کی مرکزی عمومی کے اجلاس میں ملک بھر کی تنظیموں کو توڑ کر کنوینگ باڈیاں قائم کرنے کا فیصلہ کیا گیا ہے۔ یہ کنوینگ کمیٹیاں چار ماہ تک کام کریں گی۔ اس دوران پورے ملک میں از سر نو معاونت سازی کی جائے گی۔ چنانچہ اس فیصلے کی روشنی میں آئندہ ماہ سے پورے ملک میں معاونت سازی کی مہم کا باقاعدہ آغاز کیا جا رہا ہے۔ معاونت سازی کے فارم عنقریب پورے ملک میں پہنچا دیے جائیں گے۔

اس موقع پر جمعیۃ طلبہ اسلام پاکستان کی مرکزی کنوینگ کمیٹی کے چیئرمین جناب ندیم اقبال اعوان نے ملک بھر میں جمعیۃ سے منسلک ساتھیوں کے نام ایک پیغام میں کہا ہے کہ معاونت سازی کی مہم کو کامیاب بنانے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی جائے۔ انہوں نے اپنے پیغام میں کہا ہے کہ معاونت سازی پر جماعت کی افرادی قوت کا انحصار ہے۔ انہوں نے کہا کہ معاونت سازی کی مہم کو کامیاب بنانا ہر کارکن کا جماعتی فریضہ ہے۔ انہوں نے کہا ہے کہ کارکن اپنے صوبے کی وساطت سے اس سلسلہ میں مرکز سے رابطہ کر کے مزید معلومات حاصل کر سکتے ہیں۔ انہوں نے ایک پیغام کے ذریعے تمام صوبوں کی کنوینگ کمیٹیوں کے چیئرمینوں کو ہدایت کی ہے کہ وہ پورے صوبے میں تنظیمی دورے کریں اور معاونت سازی کی مہم کو کامیاب بنانے میں کسی قسم کا کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہ کریں۔

خانیوال (تربیتی اجتماع)

گذشتہ دنوں خانیوال ضلع ملتان میں جمعیۃ طلبہ اسلام صوبہ پنجاب کے زیر اہتمام دو روزہ تربیتی اجتماع منعقد ہوا۔ اجتماع میں پورے صوبے سے چیدہ چیدہ حضرات نے شرکت کی۔ اجتماع کی مختلف نشستوں سے علماء کرام اور طلباء حضرات نے خطاب کیا۔

اس اجتماع کی ایک نشست سے خطاب کرتے ہوئے جمعیۃ طلبہ اسلام پاکستان کے سابق صدر جناب میاں محمد عارف نے ساتھیوں کو نئے عزم اور ولولے سے کام کرنے کی تلقین کی۔ انہوں نے کہا ہمیں اپنے ماضی سے روشنی لیکر مستقبل کے پروگرام کی منصوبہ بندی کرنی چاہیئے ——

میاں صاحب نے جمعیۃ طلبہ اسلام کے قیام کے پس منظر پر تفصیل سے روشنی ڈالتے ہوئے ان علماء اکابر کو شاندار خراج عقیدت پیش کیا جن کی قربانی کے صدقے میں ہمیں آزادی حاصل ہوئی۔ انہوں نے "علماء حق کی قیادت کیوں؟" کے عنوان پر مفصل اور مدلل خطاب فرمایا۔ اسی نشست سے جمعیۃ طلبہ اسلام پاکستان کی کنوینگ کمیٹی کے چیئرمین جناب ندیم اقبال اعوان نے بھی "جمعیۃ طلبہ اسلام اور دیگر طلبہ تنظیمیں" کے عنوان سے سیر حاصل تقریر کی۔ اسی نشست سے مزدور راہنما جناب مولانا سعید احمد لدھیانوی نے بھی خطاب کیا۔ یہ نشست حضرت مولانا محمد یوسف آف سیاد نگر کی دعائے دلپذیر سے اختتام پذیر ہوئی۔

اجتماع کی ایک اور نشست سے جمعیۃ طلباء اسلام پاکستان کی کنوینگ کمیٹی کے سیکرٹری جناب ظہیر میر، کنوینگ کمیٹی کے رکن جناب محمد ادریس، پنجاب جمعیۃ کی کنوینگ کمیٹی کے رکن جناب ظفر یسین بٹ نے بھی تقاریر کی اور طلبہ کو جمعیۃ طلبہ اسلام کے لئے نئے جذبوں سے کام کرنے کی تلقین کی ——

اجتماع کی مختلف نشستوں سے مختلف علمائے کرام نے بھی خطاب کیا جن میں حضرت مولانا زاہد الراشدی ناظم اطلاعات نظام العلماء پاکستان اور جناب علامہ اکرام القادری، ایڈیٹر ہفت روزہ ترجمان اسلام کے نام قابل ذکر ہیں۔

صوبہ پنجاب (کنوینگ کمیٹیاں)

گذشتہ روز جمعیۃ طلبہ اسلام صوبہ پنجاب کی کنوینگ کمیٹی کا اعلان کر دیا گیا ہے۔ کنوینگ کمیٹی کے چیئرمین جناب خالد محمود ڈوگر ہوں گے۔ ان کے علاوہ درج ذیل حضرات ان کے معاونین ہوں گے۔

۱۔ خالد محمود ڈوگر (چیئرمین)
۲۔ عبدالخالق ندیم (جنرل سیکرٹری)
۳۔ ملک خلیل احمد اعوان
۴۔ ظفر یسین بٹ
۵۔ خالد محمود شیخوپورہ
۶۔ محمد افضل
۷۔ انور علی دہلوی (گجرات)
۸۔ میاں ریاض شاہد (کمالیہ)
۹۔ قاری محمد اختر (ملتان)

اجلاس (کنوینگ کمیٹی)

گذشتہ روز خانیوال ضلع ملتان میں جمعیۃ طلبہ اسلام پنجاب کی کنوینگ کمیٹی کا اجلاس زیر صدارت جناب خالد محمود ڈوگر منعقد ہوا۔ اجلاس میں صوبہ پنجاب کی جمعیۃ کی مجموعی تنظیمی صورتحال کا جائزہ لیا گیا۔ اجلاس

میں صوبہ پنجاب کی تنظیم کو مضبوط کرنے کے لئے ایک تنظیمی دورے کا پروگرام تشکیل دیا گیا جو حسب ذیل ہے :-

ملتان ڈویژن

۱. ملتان ۵-۶ جون خالد محمود ڈوگر - قاری محمد اختر
محمد طاہر نسیم - میاں عبدالغنی
۲. مظفر گڑھ ۷-۸ جون خالد محمود ڈوگر - قاری محمد اختر
طالب ضیاء
۳. ڈیرہ غازیخان ۹ جون خالد محمود ڈوگر - قاری محمد اختر
حافظ غلام اکبر
۴. وہاڑی ۱۰ جون خالد محمود ڈوگر - حافظ بدر الدین
۵. ساہیوال ۱۱-۱۲ جون

سرگودھا ڈویژن

۱. فیصل آباد ۱۳-۱۴ جون خالد محمود ڈوگر - خالد محمود چیمہ
میاں ریاض شاہد
۲. جھنگ ۱۵ جون خالد محمود ڈوگر - حفیظ خان -
میاں ریاض شاہد
۳. سرگودھا ۱۶-۱۷ جون خالد محمود ڈوگر - راجہ ممتاز -
میاں ریاض شاہد
۴. میانوالی ۱۸-۱۹ جون خالد محمود ڈوگر - ملک محمد اقبال
میاں ریاض شاہد - رانا غلام اکبر

لاہور ڈویژن

۱. لاہور ۲۳ جون (شام) خالد محمود ڈوگر - خالد محمود چیمہ
۲. قصور ۲۳ جون (صبح)
۳. شیخوپورہ ۲۴ جون " " محمد افضل
۴. سیالکوٹ ۲۶ جون " " "
۵. گوجرانوالہ ۲۵ جون " " "
ظفر لیسین بٹ

راولپنڈی ڈویژن

۱. گجرات ۲۷ جون خالد محمود ڈوگر - ظفر لیسین بٹ -
محمد افضل - انور علی دہلوی
۲. جہلم ۲۸ جون خالد محمود ڈوگر - ظفر لیسین بٹ
محمد افضل - انور علی دہلوی
۳. راولپنڈی ۳۰ جون خالد محمود ڈوگر - ظفر لیسین بٹ
محمد افضل - انور علی دہلوی
۴. اٹک ۲۹ جون (مندرجہ بالا چاروں حضرات)

بہاولپور ڈویژن

۱. بہاولپور ۱۵-۱۶ جون ملک خلیل احمد اعوان - عمر فاروق چوہان
۲. رحیم یار خان ۱۷ جون خالد حسین بھٹی

متوجہ ہوں

جمعیت طلباء اسلام سے متعلق طلباء کی ڈائری ترجمانِ اسلام کے علاوہ ہفت روزہ "خدام الدین" میں بھی شائع ہوا کرے گی۔ ان دونوں پرچوں میں خبریں مختلف ہوں گی لہٰذا ساتھیوں کو چاہیئے کہ وہ یہ دونوں رسالے باقاعدگی سے خریدیں تاکہ جماعتی صورتحال سے باخبر رہیں۔

منجانب: ظہیر میو
سیکریٹری کنونیگ کمیٹی جمعیۃ طلباء اسلام پاکستان

جمعیۃ طلباء اسلام صوبہ پنجاب کے زیر اہتمام

پانچ روزہ
تربیتی اجتماع
یکم تا ۵ جولائی

بمقام
مری

(نوٹ) تفصیلات کا انتظار فرمائیں

منجانب شعبہ نشر و اشاعت کنونیگ کمیٹی جمعیۃ طلباء اسلام صوبہ پنجاب